بسم اللہ الرحمن الرحیم

دعوی سلفیت اور

سلفیت سے انحراف

اردو ترجمہ

فتنة ادعياء السلفية وانحرافاتهم

تالیف : ڈاکٹر طارق عبدالحلیم حفظہ اللہ

مترجم: مدثر احمد ابن ارشد لودھی حفظہ اللہ

مرکز دار الارقم

جميع حقوق الطبع والنشر محفوظة لموقع فضيلة الدكتور طارق عبدالحليم 2007

مسلم ورلڈ ڈیٹا پروسیسنگ پاکستان

نمبر شمار	موضوع	صفحہ نمبر
۱	التنبیہ	۱۰
۲	مقدمہ	۱۲
۳	پہلی فصل	۱۷
۴	چند ضروری تعریفات	۱۷
۵	السّلفیہ	۱۷
۶	السلفیون	۱۷
۷	اھل السنۃ والجماعۃ	۱۸
۸	المرجئہ	۱۸
۹	الخوارج	۱۹
۱۰	ایمان کا صحیح مفہوم	۱۹
۱۱	چند ضروری مفاہیم	۲۰
۱۲	آخری بات	۲۲
۱۳	دوسری فصل	۲۴
۱۴	اہل السنۃ اور سلف صالحین کی طرف منسوب جماعتوں کی تعریف	۲۴
۱۵	الجامیہ المدخلیہ	۲۴
۱۶	اس کتاب کے متعلق میرے تاثرات یہ درج ذیل ہیں از امام بکر ابوزید رحمہ اللہ	۲۶
۱۷	اس پہلی جماعت کے مرکزی نظریات	۲۸

۱۸	البانیین	۳۰
۱۹	اس جماعت کے مرکزی نظریات	۳۱
۲۰	اکیڈمک سلفی	۳۲
۱۲	اس جماعت کے مرکزی نظریات	۳۲
۲۲	سنی سلفیہ کے مشائخ	۳۳
۳۲	اس چوتھی جماعت کے مرکزی نظریات	۳۳
۲۴	سلفی اخوان المسلمین	۳۴
۲۵	اس پانچویں جماعت کے مرکزی نظریات	۳۵
۲۶	سلفی اہل السنۃ والجماعۃ	۳۵
۲۷	اس جماعت کے مرکزی نظریات	۳۵
۲۸	درمیانے اہل السنۃ والجماعۃ	۳۶
۲۹	اس جماعت کے مرکزی نظریات	۳۷
۳۰	مجاہدین اہل السنۃ والجماعۃ	۳۸
۳۱	تیسری فصل	۴۰
۳۲	سلفیت کے دعویدار خوارج اور صوفیہ کے درمیان ہیں	۴۰
۳۳	الجامیہ المدخلیہ	۴۲
۳۴	بنیادی اصول	۴۳
۳۵	کڑوا پھل	۵۵
۳۶	چوتھی فصل	۵۸
۳۷	بنیادی قواعد سے اختلاف	۵۸

۳۸	ایمان کے متعلق نظریہ اہل السنۃ	۵۸
۳۹	احناف اور عقیدہ ایمان	۵۹
۴۰	کفر یہ عمل یا کفر عملی	۶۰
۴۱	عقیدے سے متعلق ایک سوال اور اس کا جواب	۶۱
۴۲	سوال	۶۱
۴۳	جواب	۶۱
۴۴	اہل السنۃ اور خوارج کے مابین فرق	۶۳
۴۵	سورۃ المائدہ کی بحث (ومن لم یحکم بما انزل اللّٰہ فاؤلئك هم الكافرون)یعنی جو اللہ کے نازل کردہ کے مطابق حکم نہ کریں تو یہی لوگ کافر ہیں	۶۳
۴۶	ابن عباس رضی اللہ عنہ کی یہ تفسیر اجتہاد ہے حکماً مرفوع کے قبیل سے نہیں	۷۶
۴۷	صحابی کا قول اور ادلہ شرعیہ میں اس کا مقام	۷۶
۴۸	اس قول کے متعلق اہل علم کے غلط اقوال	۷۶
۴۹	ان علماء اور محدثین کے اقوال جو مذہب اہل السنۃ کے حامی ہیں	۷۷
۵۰	شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ	۷۷
۵۱	حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ	۷۸
۵۲	علامہ امام محدث احمد شاکر رحمہ اللہ	۷۹
۵۳	امام علامہ مفتی دیار سعودیہ شیخ محمد بن ابراہیم رحمہ اللہ	۸۱
۵۴	شیخ علامہ صالح الفوزان	۸۱

۵۵	علامہ شیخ عبدالعزیز بن باز رحمہ اللہ	۸۲
۵۶	علامہ شیخ عبدالقادر عودہ رحمہ اللہ	۸۲
۵۷	پانچویں فصل	۸۴
۵۸	دعویداروں کے دھوکوں کا بیان	۸۴
۵۹	دعویداران کی بدعات کا بطلان	۸۵
۶۰	اہل علم سے سوال کرنا	۸۵
۶۱	اجتہاد اور تقلید	۸۸
۶۲	تقلید مقبول کی حدود	۹۰
۶۳	علم جرح وتعدیل	۹۴
۶۴	چھٹی فصل	۹۷
۶۵	نئی نسل کو اس نقاب پوش ارجائی فتنے سے خود کو دور رکھنے کی دعوت!	۹۷
۶۶	خود کو عاجز کر دینا، جھک جانا	۹۷
۶۷	مسلمانوں کی مشکلات سے عدم دلچسپی ولا پرواہی	۹۸
۶۸	مرعوبیت اور ذہنی شکست	۹۸
۶۹	شریعت سے جہالت، خود کو بڑا سمجھنا اور بے ادب ہونا	۹۹
۷۰	خاتمہ	۹۹
۷۱	ہم بڑے وثوق سے کہتے ہیں کہ یہ دعویداران	۱۰۰
۷۲	مرجئہ ہیں	۱۰۰
۷۳	خوارج ہیں	۱۰۰

۷۴	صوفیہ ہیں	۱۰۰
۷۵	سیکولر ہیں	۱۰۰
۷۶	ملحقہ بحث	۱۰۳
۷۷	عتیبی کی کتاب ''الحکم بغیر ما انزل اللہ'' کا ردّ	۱۰۳
۷۸	مقدمہ	۱۰۴
۷۹	عتیبی کے موقف کا خلاصہ یہ ہے	۱۰۵
۸۰	بحث اوّل: قواعد جن کا جاننا ضروری ہے	۱۰۶
۸۱	عتیبی اپنے پہلے قاعدے میں بیان کرتا ہے کہ	۱۰۶
۸۲	دوسرے قاعدے میں یہ بیان کرتا ہے کہ	۱۰۷
۸۳	تیسرا قاعدہ کہ	۱۰۸
۸۴	چوتھا قاعدہ کہ	۱۱۰
۸۵	پانچواں قاعدہ	۱۱۰
۸۶	چھٹا قاعدہ: اجمال بہت سے اشکالات کا سبب بن جاتا ہے	۱۱۲
۸۷	بحث ثانی: اللہ کے نازل کردہ کے بغیر حکم کرنے کے مسئلے کی تفصیل	۱۱۲
۸۸	پہلی صورت ''استحلال''	۱۱۳
۸۹	عتیبی کے دلائل	۱۲۰
۹۰	پہلی دلیل	۱۲۰
۹۱	دوسری دلیل	۱۲۰
۹۲	اس صورت کے مسائل میں سے دوسرا مسئلہ	۱۲۱

۹۳	چوتھا مسئلہ	۱۲۲
۹۴	پانچواں مسئلہ	۱۲۲
۹۵	چھٹا مسئلہ	۱۲۲
۹۶	آٹھویں حالت: قانون بنانا	۱۲۳
۹۷	نویں حالت	۱۲۴
۹۸	تیسری بحث: اختتامی فصول	۱۲۵
۹۹	دور حاضر کے تین امام	۱۲۶
۱۰۰	چوتھی بحث عتیبی کے مخالفین کے دلائل	۱۳۲

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دورِ حاضر میں سلفیت کے دعویدار فرقے میں موجود "حکم بما انزل اللہ" یعنی "اللہ کی نازل کردہ شریعت کے مطابق حکم کرنے" کے عنوان سے متعلق انحراف صرف ایک لغزش نہیں بلکہ ارکان توحید کے ایک بنیادی رکن کو گرانے کی ایک بنیادی غلطی ہے اور رکن بھی وہ جو اللہ کے احکامات کو مکمل طور پر تسلیم کرنے کے قائم مقام ہے اور جس کا نقصان ارجاء تقلیدی کے خطرات سے متجاوز ہے اور رسول اللہ ﷺ کی اس رسالت اسلامی سے معارض ہے جس کے حاملین یکے بعد دیگرے اہل السنۃ والجماعۃ رہے ہیں اور وہ امت کے اللہ سبحانہ کی مطلوبہ منزل تک پہنچنے میں رکاوٹ ہے وہ منزل جو بشری قیادت میں امن اور بہتر مستقبل کی ضمانت ہے۔

میں اللہ کے فضل وکرم سے اس کتاب کے 112 صفحات پر مشتمل انگریزی ترجمے سے 1424 ہجری کے ماہِ رمضان میں فارغ ہوا مجھے اس کام پر ابھارنے والے چند اسباب ہیں کہ موجودہ اسلامی تحریکوں اور مختلف اسلامی فرقوں سے متعلق لٹریچر بالکل مفقود ہے (حالانکہ مغرب میں جو مسلمان اس حوالے سے تنقید کا نشانہ ہیں انہیں اس طرف متوجہ ہونا چاہیئے) اور اس کمیابی کی بناء پر جس کی ذمہ دار اہل بدعت کی کثیر تعداد ہے بہت سے مغربی مسلم نوجوان بدعتی افکار اختیار کر لیتے ہیں جیسے اس گمراہ فرقہ کے پیروکار جو سلفیت کا دعویدار ہے حالانکہ وہ عربی زبان سے ناواقف نوجوانوں کو حق وباطل سے مخلوط اور غلط مفاہیم میں پھنسانے کی کوشش کرتے ہیں خود تو گمراہ ہیں دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں۔

میں ایک عرصے سے مغرب میں قیام پذیر ہوں اور اللہ سے دعا گو ہوں کہ جلد ہی یہ مرحلہ ختم ہو جائے وہاں میں نے بہت سی اسلامی کمیونٹی کی مشکلات کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا ہے اور سلفیت کے دعویدار اس فرقے کے جال میں پھنسے ہوئے بہت سے نوجوانوں کو دیکھا ہے جنہیں وہ پٹیاں پڑھاتے ہیں کہ وہ ہی امت کے خیر خواہ ہیں اور جو لوگ ان کے سوا ہیں وہ گمراہ ہیں مارقہ اور خارجی ہیں یہاں تک

کہ بہت سے مسلمان ائمہ کو ان برے اوصاف سے متصف کرتے ہوئے کوئی خوف یا ڈر محسوس نہیں کرتے نو جوانوں کے اس طرح کے گروپس سے متعلق میری ان معلومات کا مجھے یہ فائدہ ہوا کہ مجھے سلفیت کے دعویدار اس فرقے کا طریقہ واردات معلوم ہوگیا کہ کس طرح یہ لوگوں کو اپنے جال میں پھانستے ہیں اور انہیں دھوکے میں رکھتے ہیں اور کس طرح اپنی کتابوں میں جعلسازی سے کام لیتے ہیں اور میں اس دھوکے اور سنت صحیحہ سے اعراض کے نتائج ان مریض شخصیات میں دیکھ رہا ہوں جو اپنے پیروکاروں سے بندھے پڑے ہیں۔

یہ کتاب ایک تنبیہ، پھر ایک مقدمہ، چھ فصول، ایک خاتمہ اور پھر دو لاحقوں پر مشتمل ہے۔

- فصل اوّل میں سلفیت اور سلفی اور اہل السنۃ والجماعۃ اور ارجائیت اور خروج سے متعلق چند تعریفات ہیں۔
- دوسری فصل میں سلفیت کی طرف منسوب جماعتوں پر گفتگو ہے خواہ وہ اس انتساب میں حق حق بجانب ہوں یا باطل پر یہ کل آٹھ جماعتیں ہیں ہر جماعت کے مخصوص نظریات سے متعلق بحث ہے جیسے جمہوریت، سیکولر ریاستوں میں سیاسی پارلیمانی عمل کی مشروعیت، حاکم کا شریعت مخالف حکومت کرنا اور سید قطب شہید رحمہ اللہ کی کتب سے متعلق نظریات وغیرہ ان مضامین پر ان کے نظریات۔
- تیسری فصل میں سلفیت کے دعویدار فرقے ”جامیہ مدخلیہ“ سے متعلق کلام ہے اس میں تین امور ہیں جو ان کے اصول، دھوکے کے ذرائع اور ان کے اور ان پیروکاروں کے اعمال کے نتائج کے متعلق ہیں۔
- چوتھی فصل ان کے اصول کے اجراء اور اہل السنۃ والجماعۃ کے اصول کے بیان میں ہے اور ایمان کے مفہوم سے متعلق اہل السنۃ کے مذہب اور اس بارے میں ان کے مخالف حنفیہ کے مذہب سے متعلق اور پھر ایمان کے بارے میں اہل السنۃ اور خوارج کے مابین فرق اور سورۃ

المائدہ کی چند آیات کی تفسیر اور ابن عباس رضی اللہ عنہ کے قول ''کفر دون کفر'' اور اس بارے میں متقدمین ومتأخرین علماء کے اقوال سے متعلق بحث وگفتگو ہے۔

- پانچویں فصل میں ''اجتہاد اور تقلید'' سے متعلق ان کی غلط بیانی اور آیت: ﴿فَسۡـَٔلُوٓاْ أَهۡلَ ٱلذِّكۡرِ إِن كُنتُمۡ لَا تَعۡلَمُونَ (النحل)﴾ یعنی اہل علم سے معلوم کرلو اگر تمہیں علم نہ ہو۔ کی تفسیر اور ''جرح وتعدیل'' کے مفہوم میں ان کی کج روی اور بدخواہی سے متعلق گفتگو ہے۔
- چھٹی فصل میں نوجوانان کو سنت سے خارج اس فرقے سے ڈرایا گیا ہے۔
- پھر ﴿وَإِنَّ أَوۡهَنَ ٱلۡبُيُوتِ لَبَيۡتُ ٱلۡعَنكَبُوتِ﴾ کہ سب گھروں میں کمزور ترین مکڑی کا گھر ہے'' کے عنوان کے تحت ایک لاحقہ ہے جس میں ان کے ایک نام نہاد عالم ''معاذ قریشی'' کی تعلیقات کا تعاقب ہے جن میں امام محمد بن ابراہیم اور امام ابن القیم کے اقوال میں ہیرا پھیری سے کام لیا گیا ہے اور ایمان کے مفہوم میں غلط بیانی کی گئی ہے۔
- دوسرے لاحقے میں بندر بن نایف العتیبی کی کتاب ''الحکم بغیر ما انزل اللہ'' کا ردّ ہے اس کتاب میں حلبی، مراد شکری اور مدخلی کے نظریات کا پرچار وتکرار ہے میں نے اس کتاب کے ضعف کو بیان کیا ہے اور یہ کہ وہ علماء اصول کے طریقہ کار پر ردّ کرنے میں ایک جدید منہج پر چلا ہے حالانکہ وہ ان کے منہج حق سے بہت بعید ہے۔
- تیسرے لاحقے میں ان کے بنیادی کردار ربیع المدخلی کی غلط بیانیوں کا پول کھولا گیا ہے کہ وہ جرح وتعدیل کے پردوں میں چھپ کر کس طرح اپنے سے قدر ومنزلت اور علم میں بڑھ کر اہل علم پر حملے کرتا ہے یہ بحث دیگر مباحث سے نسبتاً طویل ہے۔

التنبیہ : ہم یہ واضح کردیں کہ اس کتاب کا بنیادی مقصد کسی حاکم یا حکومت یا کسی بھی فرد کی تکفیر نہیں بلکہ کلمہ ''لاالٰـہ الاالـلّٰـہ'' کی تعریفات وشروط اور معانی کی درست تعیین ہے جو بلاد اسلامیہ کی دور حاضر سے متعلق صورت حال کو واضح کرتی ہے اس تعیین وتوضیح کو جانے سمجھے بغیر کسی قسم کی تبدیلی یا

ترقی کی امید نہیں کی جاسکتی۔ یقیناً ہم کسی بھی ایسے پرتشدد جاہلانہ عمل کی حوصلہ افزائی نہیں کرتے بلکہ ایسے حملوں کا ردّ کرتے ہیں اور زمین اور گلوب کو ان سے محفوظ بنانا چاہتے ہیں اور ہم ایسی تمام محدود و وسیع کوششوں کی بھرپور مخالفت کرتے ہیں جو معنی توحید اور اسلام کے مفہوم کو بدلنے کے لئے کی جائیں جیسا کہ سلفیت کے دعویدار اس بدعتی ٹولے کا طریقہ کار ہے اس امت کی ترقی اسی صورت میں ممکن ہے جب محمد ﷺ پر نازل کردہ توحید کے صحیح مفہوم کو لوگوں کی زندگی میں مکمل طور پر داخل کردیا جائے۔

مقدمہ

ان الحمد للہ نحمدہ و نستعینہ و نستغفرہ و نستھدیہ و نعوذ باللہ من شرور انفسنا و من سیئات اعمالنا من یھداللہ فلا مضل لہ و من یضلل فلا ھادی و نصلی و نسلم علی سیدنا محمد و علی آلہ و صحبہ ......و بعد،

یہ مقدمہ بیسویں صدی میں عالم اسلام کو پیش آنے والے سقوط خلافت کے متعلق ہے جب مسلمان ایک مرکزی حکومت سے محروم ہو گئے جو امت کی کوششوں کاوشوں سے قائم تھی جس سے امت اسلامیہ اپنی پوری تاریخ میں کبھی محروم نہ رہی سوائے ان چند ایام کے جب عالم اسلام پر تاتاریوں نے حملے کئے (اس مرکزی حکومت کے مختلف ادوار کے لئے ملاحظہ ہو کتاب ''صراع الحضارات'' از سموئیل ہانٹجتون'' ص:207) اس حادثے اور امت پر اس کے اثرات کی تفصیل سے قطع نظر اس کا نتیجہ اور ردّ عمل یہ ہوا کہ شرعی اصول امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو ایک نئی تحریک ملی جبکہ وہ مرکزی حکومت بھی نہ رہی جو اسے قائم کرتی اور اس کی حمایت کرتی چنانچہ بہت سی اسلامی جماعتیں وجود میں آئیں جنہوں نے کچھ تحریکوں کی یاد تازہ کردی جیسے بغداد میں امین عباسی کے قتل کی شام اور مامون عباسی کے عہد خلافت میں خالد دریوش اور صالح بن سلامہ انصاری کی تحریک (ملاحظہ ہو تاریخ الدولۃ العباسیہ ص: 191 از شیخ خضری) انہی جماعتوں میں سے ''اخوان المسلمون'' مصر میں اور ''جماعت اسلامی'' پاکستان میں بھی ہے۔

یہ تحریکیں یا ان کے اثرات کس قدر تیزی سے ظاہر ہوئے (ملاحظہ ہو: ہمارا مقالہ: ''الاخوان المسلمون فی نصف قرن'') جن سے واضح ہوگیا کہ خلل صرف مرکزی حکومت یا بقول فقہاء امامت عظمیٰ کا عدم وجود ہی نہیں بلکہ یہ بھی ہے کہ اسلامی ممالک بتدریج لادین اور سیکولر نظام حکومت کے ماتحت ہو گئے جس نے لوگوں کے امور میں اللہ کی شریعت کی حاکمیت کو ختم کر ڈالا جس کی ابتداء اس طرح ہوئی کہ مغربی

ثقافتی جنگ کو قبول عام حاصل ہوا۔اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ لوگوں پر فقہی احکامات خصوصاً حالات حاضرہ سے متعلق فقہی احکام خلط ملط ہو گئے۔یہاں سیاسی صورت حال سے متعلق نکتے کی طرف اشارہ کرنا ضروری ہے جس سے مصنفین اور تجزیہ نگار غفلت کا شکار ہیں کہ انہوں نے سیاسی عمل کو مختلف ادوار میں خلفاء کی حکومت اور دور جدید کے انداز حکومت کے مماثل قرار دے دیا یہ نکتہ ان دونوں طرز حکومت میں ایسا فرق کر دے گا کہ ان میں مماثلت کی کوئی صورت باقی نہ رہے اسی نکتے نے سقوط خلافت سے پہلے تمام ادوار میں نفوذ شریعت کو ممکن بنایا وہ نکتہ یہ ہے کہ فقہاء، مجتہدین اور علماء کے فتاوی وفیصلہ جات کو عملی طور پر تسلیم کیا جائے یہاں ایسا کوئی قانون مدون نہیں رہا ایسا کوئی دستور نہیں جو یہ صراحت کرتا ہو کہ احکام کا واحد مرجع و ماخذ شریعت اسلامی اور توحید کا وہ فہم اور تعریف واصول ہی ہیں جو خلیفہ اور مسلمان جماعتوں کو پابند کرتے ہوں کہ وہ شریعت اسلامی کے حکم کو اسی طرح تسلیم کریں جس طرح وہ فقہاء اور علماء سے منقول ہو یہی وجہ ہے کہ جب کوئی حاکم کسی شرعی حکم کو روندنا چاہتا ہے تو وہ تجویز دیتا ہے جسے اس کی مراد و منشاء کے مطابق نافذ کر دیا جاتا ہے اگرچہ اس عمل کے لئے فقہاء اور علماء سے منظور شدہ قانونی دستاویز سے کوئی سند نہ ہو تو اس کے حکم کو قانون کا درجہ دیا جاتا ہے اگرچہ اس پر لفظ قانون کا اطلاق نہیں ہوتا مگر اس کی خلاف ورزی قانون کی خلاف ورزی ہی تصور کی جاتی ہے۔اس نکتے کو بہتر انداز میں سمجھنے کے لئے ان مدونہ قوانین کی ترقی کی اور غلبے کی طرف غور کیا جائے کہ مصر میں نابلیوں کی جنگ موجودہ سیاست کی بنیاد بنی اور یہ ان مشیروں کی درآمدگی سے ہوا جن کی اکثریت مستشرقین کی تھی اور یہ ہر میدان میں کیا گیا تاکہ مملکت کو ان قوانین کے مطابق ڈھالا جائے بہت سے ممالک نے ان قانونی ماہرین کو بزور قوت بلوا کر اپنے باشندوں پر یہ لازم کر دیا کہ وہ مصری شرعی قوانین کی پابندی نہ کریں چنانچہ مخلوط عدالتیں وجود میں آئیں اور مجلّہ ''الاحکام العدلیہ'' جاری ہوا جس میں فوجداری اور سول قوانین وغیرہ بنائے گئے جو دراصل یورپی قوانین کے مطابق تھے پھر پہلی جنگ عظیم کے اختتام اور سقوط خلافت کے ساتھ ہی ملکی قوانین انتہائی کمزور پڑ گئے اور لوگ مخلوط عدالتوں میں اپنے مقدمے دائر کرنے

پر مجبور ہو گئے اور پھر بیسیوں صدی کے وسط میں یہ مخلوط عدالتیں مسلمانوں کے امور میں بااختیار ہو گئیں اور شرعی عدالتیں بالکل ناکارہ ہو کر رہ گئیں (سوائے مملکت سعودیہ کے میرے خیال میں وہاں اب تک شرعی عدالتیں قائم ہیں)۔

یہ بات بڑی واضح ہے کہ مسلمانوں کی زندگی میں خواہ وہ حاکم ہو یا محکوم اللہ کی شریعت ہی اصل حاکم ہے اگرچہ بعض حکام نے اپنے انحرافات کو اس میں داخل کرنا شروع کر دیا مگر بطور تجویز نہ کہ بطور قانون یا شریعت کے اور علماء نے اسے معاصی اور گناہوں کی قبیل سے قرار دیا جو ملت سے خارج نہیں کرتے تو یہ اس امر (زوال امت) کا تاریخی ارتقاء ہی تھا جس نے اسلامی شرعی قوانین کو مسلمانوں کی ترقی کا ضامن ماننے سے انکار کر دیا اور یہ اس سے پہلے کی صورت حال سے بالکل مختلف صورت حال ہے ان دونوں میں فرق نہ کر سکنے کی وجہ سے ہی سابقہ حالات کی حقیقت منظر عام پر نہ آسکی۔

بیسیویں صدی کے اوائل میں جو اسلامی تحریکیں بنیں وہ بھی اس حقیقت کا ادراک نہ کر سکیں اور نہ ہی اس کی وجوہات جان سکیں اور نہ ان دونوں میں فرق کر سکیں پھر بھی انہوں نے اس سرکشی اور فساد کے خلاف بھرپور مزاحمت کی (ملاحظہ ہو: ہمارا مقالہ ''الاخوان المسلمون فی نصف قرن'') کچھ ایسے گروہ بھی ظاہر ہوئے جنہوں نے خود کو سلفیت کی طرف منسوب کیا اور سلف کے منہج اور ان کے متعین کردہ راہ عمل کو بھی اختیار بھی کیا اس کے باوجود بھی وہ سلف کی طرح علمی تحقیق اور تقوی اختیار نہ کر سکے پھر عراق کی کویت کے ساتھ جنگ کے بعد 90 کی دہائی میں انہی میں سے ایک گروہ نے گمراہی کا راستہ اختیار کر لیا اور ان کے بڑوں نے دور حاضر کے اصل حقائق میں صرف دھوکہ دہی سے کام لیا اور سلف صالحین کی زندگی کے دوسرے تمام پہلوؤں سے صرف نظر کرتے ہوئے صرف ان کی عابدانہ زندگی کے پہلو کو اختیار کر لیا اور اپنے مخالف تصورات کے حامل ہر شخص کے خلاف ایک محاذ کھول لیا انہیں بدعتی اور فاسق قرار دینے لگے جو ان کی آراء سے اختلاف کرتا اور ان کی بدعت وفریب کی مخالفت کرتا اسے زیر کرنے کے لئے ہر راستہ اختیار کرتے حتی کہ علماء حق کو بھی مرعوب کر لیا وہ بھی دلائل وبراہین کے ذریعے نہیں بلکہ اپنے

اختیارات ومناصب اورقوت کے ذریعے خوفزدہ کر کے سید قطب شہید رحمہ اللہ بھی اس اندھی دشمنی کا شکار بنے انہوں نے ان کے بارے میں ایسی بیہودہ باتیں تک کہہ دیں جو امام مالک شراب کے بارے میں کہا کرتے تھے (یعنی انہیں اس تمام صورت حال کا ذمہ دار قرار دیا جس طرح شراب کو ام الخبائث کہا جاتا ہے) حتی کہ اپنے بڑے کی شہہ پر جس نے انہیں یہ سب وشتم سکھایا انہوں نے سید قطب کو یہود ونصاری سے بھی بدتر قرار دیا پھر ان کی اپنے پیروکاروں کی اس بدترین تربیت کا یہ برا نتیجہ نکلا کہ انہوں نے مسلمانوں کی چغلیاں لگانے اور ان کی جاسوسی کرنے کو دینداری اور اللہ کے قرب کا ذریعہ سمجھ لیا (ہم نے بھی اسلامی تحریک کو اس وقت چھوڑ دیا تھا جب وہ اسی طرح کی حرکات پر ابھارنے لگی تھی) میں کہتا ہوں کہ ہم یہی سمجھتے تھے کہ عالم اسلام اب اس بھاری بوجھ سے بلا مشقت آزاد ہو چکا ہے اور گویا کہ امت شیاطین اور اس کے تابعداروں اور مددگاروں کے ساتھ اپنی اس جنگ کو اسی طرح جیت سکتی ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے آزمائش میں مبتلا کر دیتا ہے۔ ہمارے لئے اللہ کافی ہے وہی بہترین کارساز ہے۔

سلفیت کی طرف جھوٹی نسبت کرنے والے اس گروہ کو عراق کی کویت کے ساتھ اور موجودہ امریکی صلیبی جنگ کے بعد جو سیاسی حمایت حاصل ہے وہ ڈھکی چھپی بات نہیں جبکہ باضابطہ طور پر اسے جائز قرار دینے کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اس طرح کے منحرف مظاہرے زمانے کی رفتار کے ساتھ ہی ختم ہوتے رہتے ہیں کیونکہ ان کی کوئی مضبوط بنیاد نہیں ہوتی اس بارے میں علامہ امام بکر ابوزید نے کیا خوب فرمایا کہ: اطمینان بخش بات یہ ہے کہ یہ جنگ جلد ہی ختم ہو جائے گی اور حماقت کی یہ آگ عنقریب بجھ جائے گی اور لوگ پھر سے مسلمانوں کی جماعت کی طرف پلٹ آئیں گے جو جانتے ہیں کہ یہ ظالمانہ اقتدار افراد پر ہے اتباع پر نہیں اللہ نے سچ فرمایا: ﴿وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ﴾ یعنی: ظالموں کی کوئی مدد نہیں کرتا۔ اور یہ افراد کسی جذبے واحساس کے بغیر چلے جا رہے ہیں............ اور وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ ان کی گھبراہٹ کے یہ ادوار ہی انہیں کھڑا کریں گے اسی لئے ان میں سختی ہے اور میل ملاپ کی کمی

ہے اللہ کے حکم سے اس حماقت کی آگ کا بجھ جانا اور اس کے سایوں کا سمٹ جانا اور اس کی سانسوں کا رک جانا اور علیحدگی پسندوں کا مسلمانوں کی صف میں پلٹ آنا یقینی ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿رَبِّ نَجِّنِي مِنَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ﴾ اے میرے پروردگار مجھے ظالم قوم سے نجات دے۔ (عجیب وغریب بات یہ ہے کہ مجھے ان لوگوں کے نرغے میں پھنسے ہوئے ایک نوجوان نے بتایا کہ اس کے بڑے بتاتے ہیں کہ شیخ بکر ابوزید رحمہ اللہ نے اپنے قول سے رجوع کر لیا ہے اور انہیں ان کی اس امر سے لاعلمی کی بناء پر ''ہیئت علماء السعودیہ'' کے منصب سے بھی فارغ کر دیا گیا ہے) ہر حد سے گزر جانے والے ان لوگوں کے حقیقی سلف زاہد کوثری اور ابوغدۃ جیسے لوگ ہی ہوسکتے ہیں جن پر ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی سلفیت اور محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ کی سلفیت بڑی گراں گزرتی تھی ان دونوں سے یہ لوگ صوفی اشعریہ کی بنسبت جوان کے پہلوؤں میں چھپے بیٹھے ہیں بڑے خوش نظر آتے ہیں۔

پہلی فصل

چند ضروری تعریفات

السلفية: لفظ سلفیہ ’’سلف‘‘ سے ماخوذ ہے جس کا معنی ہے ’’جو پہلے گزر چکا ہو‘‘ یہ اس کی عام شکل ہے جبکہ علماء اسلام کی اصطلاح کے مطابق قرون ثلاثہ کے جید افراد پر ’’سلف صالح‘‘ کا اطلاق ہوتا ہے کسی قسم کی لغوی تفاصیل میں پڑے بغیر قابل توجہ امر یہ ہے کہ صفت ’’سَلَفِي‘‘ کا لفظ سلف سے مشتق ہونا ایک نئی اصطلاح ہے جس کا بیسویں صدی سے قبل وجود نہیں تھا اس بات کی ایک خاص دلیل یہ ہے کہ عام طور پر علمائے اسلام اپنی کتب میں سلف صالح کے متعلق تو گفتگو کرتے ہیں ایسے ہی ان کے مناہج کی اتباع بھی کرتے ہیں مگر لغوی اعتبار سے خود کو ان کی طرف منسوب نہیں کرتے اور نہ ہی اس نسبت کے ساتھ خود کو ان کی طرف منسوب کرتے ہیں اور اہل السنۃ والجماعۃ کہلوانا پسند کرتے ہیں جیسا کہ ہمارے اسلاف کی کتب میں یہ بات عام ہے۔

مدبر و محقق کے لئے اس باریک فرق کو سمجھنا ناممکن ہے کہ ایک جماعت کا اپنے آپ کو سلفی کہلوانا یہ کچھ ہی عرصے سے ہے جبکہ اہل السنۃ والجماعۃ کا وصف عام ہے اور عرصہ دراز سے ہے کیونکہ اس میں نسبت سنت مطہرہ اور اس جماعت کی طرف ہے جس کا رسول اللہ ﷺ نے اپنی بہت سی صحیح احادیث میں تذکرہ کیا ہے خلاصہ یہ ہے کہ اہل السنۃ والجماعۃ کا وصف زیادہ درست اور سنت سے قریب تر ہے اس کے مقابل سلفی کی نسبت ایک نئی صفت ہے اگرچہ ناموں کے اختلاف سے کوئی فرق نہیں پڑتا جبکہ ان کے معنی معروف ہوں۔

السلفيون: ان حالات میں ایک جماعت معرض وجود میں آئی جس نے اپنے لئے ’’سَلَفِي‘‘ کا

وصف اختیار کیا حدیث کی تحقیق اوراس کے ساتھ مشغولیت کی بناء پران میں محمد بن اسماعیل المصری اور مقبل بن ھادی الوادعی بھی شامل ہیں یہ دونوں شیخ ناصر الدین البانی کے تلامذہ میں سے ہیں کچھ اور جماعتیں بھی ہیں جو سنت کو عام اور حدیث کو خاص مذہب کے طور پر لیتے ہیں یہ خود کو سلفی اس لئے نہیں کہلاتے کہ عمومی طور پر حدیث کا اہتمام نہیں کرتے البتہ خود کو اہل السنۃ والجماعۃ کہلوانا پسند کرتے ہیں۔

اهل السنة والجماعة : یہ وصف عام طور پر ان لوگوں کے لئے استعمال ہوتا ہے جو توحید کے ربوبیت وعبادت وغیرہ تمام پہلوؤں پر نظر کرتے ہیں ایسے ہی رافضہ اور اہل السنۃ میں فرق کرنے کے لئے بھی یہ وصف بولا جاتا ہے خاص طور پر صفات باری تعالیٰ کے مسئلے میں تو اہل السنۃ والجماعۃ کی نسبت کا معنی یہ ہوا کہ یہ ان لوگوں میں ممتاز ہیں جن کا مذہب صفات میں تاویل کا ہے جیسے اشاعرہ ،معتزلہ وغیرہما اور یہ کتاب اللہ اور سنت صحیحہ اوران دونوں پر مبنی اجتہادی شرعی جس کی تفصیل اصول فقہ کی کتابوں میں موجود ہے کو بس ان تینوں کو ہی مصادر شریعت قرار دے کر ان پر عمل پیرا ہوتے ہیں ان لوگوں میں امام احمد بن حنبل (عجیب بات یہ ہے کہ امام احمد کو پوری تاریخ اسلام میں ''امام اہل السنۃ'' تو کہا جاتا رہا ہے لیکن کبھی بھی انہیں ''امام السلفیین''نہیں کہا گیا؟) کے پیروکار اور بقیہ ائمہ اعلام جیسے امام شافعی ،امام مالک ،امام ابوحنیفہ ،شیخ الاسلام ابن تیمیہ اوران کے تلامذہ جیسے ابن قیم ،ابن رجب اور ابن عبدالہادی حتی کہ شوکانی ،صنعانی اور محمد بن عبدالوہاب شامل ہیں رحمہم اللہ رحمۃ واسعۃ ۔

المرجئه : یہ فرقہ اس وقت وجود میں آیا جب مسلمانوں پر نعمتوں اوراموال کی بہتات ہوگئی اور مسلمان حکام یہ ضرورت محسوس کرنے لگے کہ عوام الناس کو ریاست کے سیاسی امور سے الگ رکھنا چاہیئے اس طرح کہ انہیں لذات اور معاصی میں مصروف کردیا جائے ۔یہاں اس قدر گنجائش نہیں کہ مرجئہ کے متعلق تفصیلی گفتگو کی جائے (ملاحظہ ہو ہماری کتاب ''حقیقۃ الایمان''اس میں ایمان اوراس کے تمام پہلوؤں سے متعلق اہل السنۃ والجماعۃ اور مرجئہ وخوارج کے مابین فرق کو اچھی طرح بیان کیا گیا ہے)البتہ اتنا ضرور ہے کہ ان کے عقائد کی اصل خرابی ایمان کی تعریف اوراس کے پہلوؤں سے متعلق

غلط فہمی کی بناء پر تھی یہ [مـن قال لاالہ الااللّٰہ دخل الجنة] یعنی جس نے لا الہ الا اللہ کہہ دیا وہ جنتی ہے ۔اس جیسی احادیث کو ان کے عموم پر رکھتے ہیں اورانہیں اہل السنۃ والجماعۃ کی طرح ان کی شروط ولوازمات کے ساتھ مقید نہیں کرتے اور حقیقت توحید کو شہادتین کے نطق تک محدود سمجھتے اور اس فرق سے غافل رہے کہ اسلام جہنم سے نجات اس وقت دلاتا ہے اور شہادتین کا اقرار جان کو اس وقت محفوظ بناتا ہے جب ان دونوں کے مدلولات بھی ثابت ہوں وگرنہ ایمان تو محض قول کا نام رہ گیا اور قول میں کمی زیادتی ممکن نہیں بلکہ ہر اس شخص کے لئے ثابت ہوجاتا ہے جو شہادتین کا تلفظ کرلے ۔اس طرح انہوں نے کلیات کو جزئیات پر دے مارا اور عمومات اور مطلقات کو مخصّصات اور مقیدات کے ساتھ مختلط کر دیا اور متشابہات کے پیچھے پڑ گئے جیسا کہ ہر دور میں اہل بدعت کا یہی طریقہ رہا ہے۔

الخوارج : اس فرقے نے سب سے پہلے امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے خلاف خروج کیا اور انہیں اس بناء پر کافر قرار دیا کہ انہوں نے مسئلہ تحکیم کو قبول کیا تھا ایسے ہی معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کو علی رضی اللہ عنہ کے خلاف جنگ کرنے کی بناء پر کافر قرار دیا ان کا اپنا ایک عقیدہ تھا کہ معصیت کی بناء پر بھی مسلمان کی تکفیر جائز ہے اِلّا یہ کہ وہ توبہ کرلے اور اسلام میں معصیت کی گنجائش نہیں اور یا تو ایمان رہتا ہے یا کفران دونوں کے بیچ میں کوئی درجہ نہیں اس طرح انہوں نے پوری امت کی تکفیر کر دی اور مرجئہ کے مقابل جا کھڑے ہوئے ۔اللہ ان سب کو ذلیل ورسوا کرے ۔ان کے نزدیک ایمان قول وعمل دونوں کا نام ہے لیکن ہر قول اور ہر عمل اگر کوئی ایک قول یا عمل بھی رہ جائے تو ان کے نزدیک ایمان مکمل طور پر ساقط ہو جاتا ہے اس لحاظ سے یہ مرجئہ کی مانند ہی ہوئے ان کے نزدیک بھی ایمان میں نہ کمی ہوتی ہے نہ زیادتی ۔مؤلف پہلے اسی مسئلے کو ذکر کر رہا ہے تاکہ سلفیت کے جھوٹے دعویداروں اور اہل السنۃ والجماعۃ کے مابین اختلاف کی تحقیق کی جاسکے اس اختلاف کا تعلق دو مسئلوں سے ہے:

① ایمان کا صحیح مفہوم:

ادعیاء السّلفیہ یعنی سلفیت کے دعویداروں کے نزدیک ایمان صرف قول کا نام ہے جبکہ عمل کا تعلق کمالِ ایمان سے ہے (آگے چل کر ہم احناف اور سلفیت کے دعویداروں کے مابین ایمان سے متعلق اختلاف بھی پوری طرح واضح کریں گے)۔

② لوگوں پر حکومت کرنے میں شریعت کو بالکل ترک کر دینا اور انہیں برین واش کرنا اور پٹیاں پڑھانا اور رب العالمین کے حکم کے برخلاف ان پر اپنے احکام مسلط کرنا اور انہیں ان کا پابند کرنا کیا یہ بھی دیگر معاصی کی طرح ایک معصیت ہی ہے جس کے مرتکب کے ساتھ ویسا ہی معاملہ کیا جائے گا جیسا چور اور نشے باز کے ساتھ کیا جاتا ہے یا اس مسئلے کا تعلق توحید کی اصل بنیاد اور جوہر اللہ وحدہ لاشریک لہ کی عبادت سے ہے؟ یہ دوسرا مسئلہ پہلے مسئلے کی فرع ہے پھر بھی ہم اسے مستقلاً ذکر کریں گے کیونکہ یہی وہ مسئلہ ہے جس کے ذریعے ادعیاء السّلفیہ یعنی سلفیت کے دعویدار ایک طرف تو نوجوانوں کی عقلوں میں اپنی علمیت کا رعب جھاڑتے ہیں تو دوسری طرف اس مخصوص طبقے میں اپنا اثر ورسوخ پیدا کرتے ہیں جن کے لئے اس مسئلے کی نشر واشاعت بڑی مفید اور اہمیت کی حامل ہے۔

چند ضروری مفاہیم:

یہاں چند ایسے مسلمات کا ذکر ہے جن کی روشنی میں مؤلف اپنی آئندہ فصول میں چلے گا:

① اگر کسی فرقے کے مخصوص نظریات سے متعلق کسی شخص کے اقوال مختلف طرح کے ہوں تو اسے اس فرقے کا پیرو قرار دینا درست نہیں کیونکہ امام شاطبی کی اپنی تالیف ''الاعتصام'' میں ذکر کردہ ضابطے کے مطابق فرقہ وہ ہے کہ کسی بھی شخص کا قول اپنے فرقے کے اختلافی امور سے قطع نظر اتفاقی امور سے مکمل طور پر متفق ہو۔

② ضروری نہیں کہ اتباع سنت کا ہر دعویدار حقیقتاً ایسا ہی ہو کیونکہ ہر ایک ہی کتاب وسنت کی اتباع کا دعویدار ہے حتی کے روافض بھی اس کی کسوٹی اہل السنۃ والجماعۃ کے نظر واستدلال

سے متعلق ضابطے ہیں چنانچہ صوفیہ اور اشاعرہ اہل السنۃ والجماعۃ میں شامل نہیں ان کی مثال سلفیت کے دعویداران کی طرح ہے (اس بارے میں مختلف آراء ہیں کہ کیا اشاعرہ اہل السنۃ میں شامل ہیں یا نہیں؟ مؤلف کے نزدیک عام کے اعتبار سے یہ اہل السنۃ میں شامل ہیں خاص کے اعتبار سے نہیں)

③ شرعی رائے میں اختلاف یا تو بنیاد میں اختلاف کی وجہ سے پیدا ہوئے جیسے ایمان کے فہم اور اس کے مرکبات میں اختلاف۔

④ مغرب میں موجود چھوٹی جماعتیں مشرق میں موجود اپنی بڑی جماعتوں کے تابع ہیں اسی بناء پر مؤلف صرف مغرب کی چھوٹی جماعتوں سے تعرض نہیں کرے گا بلکہ مشرق میں موجود ان کی اصل جماعتوں سے بھی تعرض کرے گا۔

⑤ وہ نئے مسلمان یا اسلام کی طرف منسوب افراد جو مغرب میں پیدا ہوئے وہ ابتداء صوفیہ کے ماتحت رہے جو اسلام کو ان کے سامنے اس روحانیت کے متبادل کے طور پر پیش کرتے رہے جو مغربی نصرانیت و مادیت میں مکمل طور پر موجود نہیں بس یہی وہ نکتہ ہے جس کے راستے وہ نوجوانوں کی عقلوں میں اترتے ہیں جبکہ اسے شریعت اور اہل السنۃ والجماعۃ کے نظر واستدلال کے قواعد کا علم بھی نہیں ہوتا اور اس کی فطرت صوفیہ کی بے عقلی کو تسلیم بھی نہیں کر پاتی خاص کر جب سلفیت کے جھوٹے دعویداران کے سامنے چند درست تعلیمات رکھتے ہیں مثلاً اجتہاد وہی کر سکتا ہے جو اس کا اہل ہو اس سے ان کی مراد اپنے بڑے ہوتے ہیں اور یہ کہ کفر و بدعت کے الفاظ کو عام استعمال کرنے سے بچنا چاہیئے البتہ جب ان کے بڑے اپنے سے افضل و برتر علماء اسلام پر ان کا اطلاق کریں پھر ایسا کیا جا سکتا ہے۔

آخری بات

مؤلف کا کلام اس کتاب کی تالیف سے یہ مقصد نہیں کہ بعض اشخاص یا ناموں کے خلاف ایک محاذ قائم کیا جائے اگرچہ بعض مقامات پر فکر ونظر کے اختلاف کی بناء پر ایسا محسوس ہوگا پھر بھی اس کتاب کا بنیادی مقصد یہی ہے کہ اس فرقے کے انحرافات کا پردہ چاک کیا جائے جونوجوانان امت کی عقل کو کھلونا سمجھتے ہیں اورانہیں ان کے حقیقی نصب العین جواس امت کا اعزاز ہے سے دور کرنا چاہتے ہیں یعنی یہ کہ سیاست واقتصادیات اوراجتماعیت وقوانین اورعرف ورسم رواج میں غرض ہر امر میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے حکم کی طرف رجوع کیا جائے۔اوراسلامی نقشے اورموجودہ جماعتوں سے تعارف ہوجائے اور جولوگ خودکو''سلفی'' باورکراتے ہیں ان کی درست نشان دہی ہوجائے اوران دعویداروں کے بجائے جو اصل وفادار ہیں وہ معلوم ہوجائیں ان اغراض ومقاصد کے پیش نظر مؤلف نے آئندہ فصل میں کل آٹھ جماعتوں کی تقسیم کی ہے۔

اس تقسیم کی بنیاد مندرجہ ذیل نکات سے متعلق ہر جماعت کے مخصوص نظریات ہیں وہ نکات مندرجہ ذیل ہیں:

① وہ حکومتیں جن کی بنیاد شریعت مخالف وضعی قوانین ہیں۔

② ان قوانین کے ماتحت جمہوری اورمشترک سیاسی اور پارلیمانی زندگی کی شرعی حیثیت۔

③ اجتہاد،تقلیداوران کی تعریفات کا مسئلہ۔

④ سیدقطب شہید رحمہ اللہ اوران کی تصنیفات۔

مؤلف نے ان امور سے متعلق ہر جماعت کے نظریات کوحتی الامکان واضح کیا ہے (کتاب میں ان مختلف جماعتوں کے ہر نظریے کی الگ سے دلیل نہیں پیش کی گئی جبکہ کچھ وجوہات ہیں ایک وجہ یہ ہے کہ اسلامی دنیامیں ان کے میلانات عام ہیں البتہ کسی اورکتاب میں یہ چیز بھی تفصیل سے مل جائے گی

ان شاء اللہ) یہ بات بتانا ضروری ہے کہ کچھ لوگ جن کا نظریہ سب سے الگ ہے وہ بسا اوقات اپنے نظریے کے اعتبار سے ان جماعتوں میں سے کسی ایک میں از خود شامل ہو جائیں حالانکہ ان کے لئے اگر الگ تقسیم کی ضرورت ہے تو اس کوتاہی پر معذرت خواہ ہیں اور اللہ سے آسانی کے طالب ہیں نیت بہر حال احقاق حق اور ابطال باطل کی ہی ہے۔

یہ بھی واضح رہے کہ اس تقسیم کا مقصد یہ نہیں ہے کہ اس کے دائرے سے کسی بھی صورت میں باہر نہیں نکلا جا سکتا۔

دوسری فصل

اہل السنۃ اور سلف صالحین کی طرف منسوب جماعتوں کی تعریف

اس فصل میں مؤلف نے ان جماعتوں کو مقدم ذکر کیا ہے جو بقول خود سلفیت یا اہل السنۃ کی طرف عام معنی کے اعتبار سے منسوب ہیں مؤلف کا مقصد یہ نہیں کہ اس بحث میں مذکور چند شخصیات کی ذاتی تفصیلات ذکر کی جائیں کیونکہ وہ لوگوں میں اپنے فضل یا بعض اوقات اپنی کسی غلطی کی بناء پر مشہور ومعروف ہیں بہرحال ہم سب ہی بشر ہیں غلطی کرتے بھی اور نہیں بھی۔

① الجامیہ المدخلیہ

اس جماعت کے سربراہ محمد بن ربیع المدخلی الیمنی (بہت سے اہل السنہ نے اس کے عقائد واخلاق سے متعلق انحرافات کو بیان کیا ہے خاص کر جرح وتعدیل سے متعلق حقائق سے چشم پوشی کے بارے میں جو ہم بھی آگے چل کر بیان کریں گے اس نے اپنی ایک کتاب میں سید قطب رحمہ اللہ کے متعلق مبغضانہ اور مکروہ انداز اختیار کیا ہے جو ایسا مریض نفس ہی اختیار کرسکتا ہے جس کا سینہ اپنے سے افضل وبرتر علماء کے متعلق بغض وعناد سے بھرا ہو شیخ امام بکر ابوزید رحمہ اللہ اس پر ردّ کرتے ہوئے فرماتے ہیں: جب میں نے اس کی کتاب کی فہرست کا مطالعہ کیا تو وہاں سید قطب سے متعلق بہت سے عنوانات قائم کئے گئے تھے مثلاً: کفر والحاد اور زندقہ کے اصول، وحدت الوجود کا اثبات، خلق قرآن کا اثبات۔ غیر اللہ کے لئے شریعت سازی جائز ہے، اللہ تعالیٰ کی صفات کی تعظیم میں اس (سید قطب شہید رحمہ اللہ) کا غلو سے کام لینا، احادیث متواترہ ناقابل قبول ہیں، عقیدے کے بعض یقینی امور میں اس کا شک کرنا، اس کا

جماعتوں کو کافر قرار دینا......ایسے ہی دیگر عنوانات جنہیں پڑھ سن کر مومنوں کے جسم کانپنے لگیں......عالم میں پھیلے ہوئے ان علمائے اسلام پر مجھے افسوس ہے جنہوں نے اس تباہ کن کتاب کا نوٹس نہیں لیا ......اس مذموم جسارت اوراطراف عالم میں سورج کی روشنی کی طرح پھیلی ہوئی ان (سید قطب رحمہ اللہ) کی کتب کے مابین کیا تعلق ممکن ہے جب عوام الناس ان سے مستفید ہورہے ہیں حتی کہ خود آپ (محمد ربیع المدخلی) بھی اپنی بعض تحریروں میں جب آپ نے اپنے عنوان اور موضوع میں مطابقت پیدا کرنے کے لئے ان کی کتب کو اٹھایا تو یہ محسوس کرلیا کہ یہ تو آپ کی تکذیب کرتی ہیں بالآخر صرف مشتعل عناوین پر ہی اکتفاء کیا جو سید قطب رحمہ اللہ کی شان میں عادی گستاخ قاری کو مزید جذباتی کردیں۔میں اپنے لئے اورتمہارے لئے اور ہر مسلمان کے لئے اس گناہ وحرج کو ناپسند کرتا ہوں یہ بغض وعناد نیکیوں کو اس شخص کے کھاتے میں منتقل کردیتے ہیں جس سے یہ بغض وعناد رکھا جائے۔میں نے یہ کتاب پڑھی تو اسے علمی اصولی مباحث،علمی میدانوں،تنقید کے درست منہج،علمی اور حوالہ نقل کرنے کی دیانت اور قبول حق سے محروم پایا اور انداز بیان واختلاف اور عمدہ اسلوب اس کتاب میں بہت ہی کم ہے اس کی دلیل یہ ہے (پھر تفصیل ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں) میں کہتا ہوں:اے محبوب آپ نے سید رحمہ اللہ تعالیٰ کے فیصلہ جات کو چھپانے کی ناکام کوشش کی ہے جو توحید کے اثرات ،تقاضوں اورلوازمات سے متعلق ہیں جن کی روشن کرنیں ان کی زندگی میں ہی دیکھی جاتی رہی ہیں آپ کی ساری گفتگو ایک ہی جملے سے ردّ ہوجاتی ہے وہ یہ کہ حکومت اور قانون سازی میں اللہ کی توحید کلمہ توحید کے تقاضوں میں سے ایک ہے اور سید رحمہ اللہ نے جب یہ دیکھا کہ کس قدر آزادی سے اللہ کے حکم اور قانون کو روندکر اس کے بدلے وضعی قوانین لائے جارہے ہیں تو انہوں نے توحید کی اس نوع کو اپنی تمام تر سرگرمیوں کا مرکز بنالیا اور بلاشبہ 1342ھ سے قبل جب سے امت اپنے طویل دورانیے میں اس حقیقت سے آگاہ ہوئی ہے یہ ایک عظیم جراءت ہے۔

اس کتاب کے متعلق میرے تاثرات یہ درج ذیل ہیں:

① یہ کتاب 161 صفحات کے مخطوطے پر مشتمل ہے جس کے خطوط مختلف ہیں ایک ہاتھ کے نہیں اور میرے اندازے کے مطابق ایک صفحہ بھی آپ کے ہاتھ کا لکھا ہوا نہیں ہے یہ اور بات ہے کہ آپ کا رسم الخط الگ ہو یا میں نہ جان سکا ہوں یا یہ آپ کی ماتحتی میں طلاب نے سید قطب رحمہ اللہ کی کتابیں کھنگال کر جو ملا اسے جمع کر دیا یا خود آپ نے اسے ان سے املاء کروایا ہے لہٰذا میں اسے آپ کی تالیف نہیں سمجھتا تھا مگر جب اس کے ٹائٹل پر آپ نے اپنا نام لکھ دیا پھر میں اس کتاب کو آپ کی معزز شخصیت کی طرف منسوب کرنے میں حق بجانب ہوں۔

② رسم الخط کے اختلاف کے باوجود کتاب شروع سے آخر تک ایک ہی انداز واسلوب پر ہے یعنی اشتعال انگیزی اور بسا اوقات اچانک موضوع بدل جاتا ہے جس کی وجہ سے متن میں بڑی غلطیاں پیدا ہوگئی ہیں کہ وہ جہاں احتمال واشتباہ ہوتا ہے وہاں قطعیت نظر آتی ہے جو جدل سے مناسبت نہیں رکھتی اور یہ تنقید کے درست منہج اور علمیت کے خلاف ہے۔

③ الفاظ کے انتخاب کے اعتبار سے قاری جب اس کتاب اور سید رحمہ اللہ کے انداز تحریر میں تقابل کرے گا تو لامحالہ سید رحمہ اللہ کو بلند مقام پر فائز پائے گا اور اگر ہم اس کتاب کو آپ کی معزز شخصیت کی تحریر سمجھ لیں تب بھی اس کا انداز اس قدر ابتدائی ہے جو درجہ عالمیہ عالیہ میں پڑھنے والے طالب علم کے شایان شان نہیں ہوسکتا ادبی ذوق کے لئے کچھ صلاحیتیں ہونی چاہئیں اور بلاغت وبیان پر قدرت اور انداز میں حسن ہونا چاہیئے وگرنہ قلم توڑ دینا چاہیئے۔

④ مشتعل اور جارحانہ انداز علمی انداز تنقید کے خلاف ہے......اسی لئے احسن انداز میں ردّ اس کتاب میں مفقود ہے۔

⑤ کتاب شروع سے آخر تک تنگ نظری، گند، اور عبارات میں گالم گلوچ پر مشتمل ہے آخر اس

کی کیا وجہ ہے۔

⑥ یہ کتاب ایک ایسی حزبیت کو جلا بخشے گی جو نوجوان نفوس میں پراگندہ افکار کو وجود بخشے جس کے سبب وہ کبھی تحریم کبھی نقض کے فتوے جھاڑیں اور کہیں کہ یہ بدعت وہ بدعت یہ گمراہ وہ گمراہ......اور وہ بھی دلیل کے بغیر اور پھر اس دھوکے میں مبتلا ہو جائیں کہ یہی دینداری ہے اور بہت بڑا کارنامہ ہے اور ایسا کرتے وقت ایسا محسوس کریں کہ انہوں نے اپنی پیٹھ سے ایک بھاری بوجھ اتار دیا ہے اس طرح امت کو تباہی سے دوچار کردیں کچھ لوگ اسے دینی غیرت وحمیت سمجھیں گے جبکہ درحقیقت یہ تباہی ہے اس کی کتنی ہی اونچی بنیاد رکھ دی جائے بالآخر یہ گر کر رہے گی اور اب یہ تند و تیز ہواؤں کے دوش پر ہے۔ جہاں تک میں نے غور کیا تو اس کے مطابق یہ کتاب انہی بے فائدہ اور مضر امور سے اٹی پڑی ہے البتہ جواب میں تاخیر پر معذرت خواہ ہوں کیونکہ اس سے قبل میں اس شخص کی کتابیں نہیں پڑھتا تھا اگرچہ وہ لوگوں میں معروف ہیں لیکن جب سے آپ نے اس امر کا مجھ سے تذکرہ کیا میں نے اس کی کتب پڑھنا شروع کردیں اور میں نے اس کی کتب میں خیر کثیر اور مضبوط ایمان اور واضح حق کو محسوس کیا اور تشریحات دیکھیں جو جو دشمنان اسلام کو رسوا کر کے رکھ دیں مگر دوسری طرف ایسی باتیں بھی دیکھیں جو اس کے قول حق سے ٹکرا رہی تھیں یہ شخص بڑا ہی ادیب اور نقاد تھا پھر کتاب وسنت کے ذریعے خدمت اور سیرت نبوی کی طرف متوجہ ہو گیا اپنے وقت میں اس کے جو نظریات تھے وہ تو تھے ہی پھر اللہ تعالیٰ کے راستے میں یہ اپنے موقف پر قائم رہا اور اپنی برگشتہ تحریروں سے رجوع کر لیا اس سے یہ مطالبہ کیا گیا کہ معذرت کے کلمات لکھ دیں تو اس نے ایک بڑی مشہور بات کہی کہ وہ انگلی جسے میں توحید کی گواہی کے لئے اٹھاتا ہوں اس سے ہرگز ایسا کلمہ نہیں لکھوں گا جو اس کے لئے مضر ہو۔لہٰذا اس کے لئے دعا مغفرت کرنا اور اس کے علم سے فائدہ اٹھانا ضروری ہے)اور محمد امان الجامی الاثیوبی ہیں اور ان دونوں سے پہلے مقبل بن ھادی الوادعی نے بھی اسی طرح کی تحریک کی بنیاد ڈالنا چاہی مگر اسے مقبولیت حاصل نہ ہوئی)(اگر ہم یہ کہتے تو زیادہ مناسب ہوتا کہ پوری طرح ناکام نہیں ہوئی) جو مقبولیت اسے

مدخلی اور جامی کے ہاتھوں ملی اور اس جماعت کے حاشیہ برداروں میں حلبی اردنی اور محمد بناء المصری شامل ہیں۔شمالی امریکہ میں اس طرح کی کچھ اور جماعتیں بھی ہیں جن کا دائرہ اثر محدود ہے جیسے کنیڈا میں ''جماعت القرآن والسنۃ'' کچھ ایسی ویب سائٹس بھی ہیں جیسے ''سحاب'' عربی اور ''تروید'' انگلش میں ہے۔

اس پہلی جماعت کے مرکزی نظریات

- ایمان فقط قول کا نام ہے عمل کا نہیں البتہ عمل ایمان کی تکمیل کا ذریعہ ہے رکن نہیں۔
- اور حکم بغیر ما انزل اللہ یعنی اللہ کے نازل کردہ حکم کے بغیر حکم کرنا عمل سے متعلق ہے عقیدے سے نہیں لہٰذا یہ ایمان میں داخل نہیں (ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی تعبیر کے مطابق ایمان مجمل) لہٰذا یہ گناہ ہوا جیسے نشہ کرنا، ریشم پہننا۔
- حاکم کا مسئلہ حکم سے متعلق کوئی بھی نظریہ ہو اور وہ شریعت کو کلی طور پر ردّ کر کے وضعی قوانین نافذ کر دے اور لوگوں کو ان کا پابند کر دے اور جو اس کی مخالفت کرے اسے قتل کر دے اور کتنے ہی عرصے تک ایسا کرتا رہے وہ امام، ولی الامر، واجب الاتباع ہی رہے گا اور جو اسے علانیہ طور پر وعظ ونصیحت کرے وہ خارجی، بدعتی اور ان لوگوں میں سے ہے جو معصیت کی بنا پر تکفیر کر دیتے ہیں۔
- اللہ اور اس حاکم جو اللہ کے نازل کردہ کے بغیر حکومت کرتا ہو ان کا قرب حاصل کرنے کا ذریعہ یہ بھی ہے کہ جس جماعت کے پیروکار تبدیلی چاہتے ہوں یا حکومت سے کچھ خاص مطالبہ کرتے ہوں اور حکومت کو دین سے خارج یا بدعتی قرار دیتے ہوں ان کی شکایات لگائی جائیں اس طرح ان کے پیروکار باقاعدہ جاسوسی کی تربیت حاصل کرنے کے بعد سیکولر نظام حکومت کے لئے اپنے ہی مسلمان بھائیوں کے خلاف جاسوس بن گئے ہیں۔ جاسوسی کرے اور اس کے لئے باقاعدہ ٹریننگ بھی حاصل کرے۔

- کسی بھی صورت میں عوام کے لئے سیاسی امور میں مداخلت کرنا درست نہیں کیونکہ یہ صرف حاکم کے ساتھ خاص ہے مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ تدریس اور عبادت میں ہی مشغول رہیں اللہ کی شریعت کو حاکم بنانا اور اسے زمین پر نافذ کرنا یہ حاکم کی ذمہ داری ہے۔
- اس سے ہم یہ نتیجہ نکالنے میں حق بجانب ہیں کہ یہ جماعت جمہوریت کو نہیں مانتی کیونکہ اس میں حاکم کی مخالفت کی جاسکتی ہے البتہ جمہوریت کی حرمت میں دلائل موجود ہیں۔
- اجتہاد وتقلید کے متعلق ان کا مذہب وہی ہے جو اہل السنۃ والجماعۃ کا ہے کہ اجتہاد صرف وہی کرسکتا ہے جو اس کا اہل ہو البتہ جو ان کے منہج کو تسلیم نہیں کرتے ان علماء کو یہ اجتہاد کا اہل نہیں سمجھتے ہیں بلکہ ان علماء اور داعیان کو سننا تک جائز نہیں سمجھتے اور پہلی مخالفت میں ہی انہیں ردّ کر دیتے ہیں گویا امت اسلام اور حدیث رسول کا ان سے بڑھ کر کوئی خیر خواہ نہیں ہوسکتا اور علماء اور دعاۃ کے خلاف ایسے ایسے گندے اور تکلیف دہ الفاظ استعمال کرتے ہیں جنہیں کتاب وسنت ہرگز روا نہیں رکھ سکتیں (مثلاً شیخ صلاح الصاوی کا نام غاوی یعنی سرکش اور شیخ قرضاوی کا نام ''الکلب العاوی'' یعنی بھونکنے والا کتا رکھتے ہیں قرضاوی کے بے شمار فتاوی سے ہم بھی اختلاف رکھتے ہیں اور ان میں اسے حق بجانب نہیں سمجھتے لیکن جو شخص اللہ اور اس کے رسول کا نام لیتا ہو اس کا نام کسی ذلیل جانور کے نام پر رکھنا ہرگز جائز نہیں ہوسکتا) اور اپنے پیروکاروں کے لئے بھی اس طرح کی زبان جائز قرار دیتے ہیں۔
- اس جماعت کی سب سے منفرد خاصیت یہ ہے کہ یہ سید قطب رحمہ اللہ کو کافر اور بدعتی قرار دیتے ہیں بلکہ اس جماعت کے بڑے مدخلی جس نے اپنے پیروکاوں کو سب وشتم سکھائی وہ تو ان کے بارے میں یہاں تک کہتا ہے کہ وہ اسلام کے لئے یہود ونصاریٰ سے زیادہ مضر ہیں پوری تاریخ اسلام میں ہمیں اس طرح کی بیمار ذہنیت کہیں نہیں ملتی سوائے مدخلی کے اسلاف تاج الدین السبکی اور اس کے بعد زاہد کوثری اور ابوغدہ کے یہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے متعلق اس طرح کی زبان درازی کرتے تھے اہل السنۃ میں سے ابن تیمیہ رحمہ اللہ کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ انہیں ان بدعتیوں کے سب وشتم اور ایذاؤں کا اس

قدر سامنا کرنا پڑا۔

○ یہ ایک فکری نظم ہے جس میں جہاد کا عمل دخل نہیں نہ تو کسی بیرونی حملے کے دفاع کی خاطر اور نہ ہی دعوت تبلیغ کے لئے۔ ہمارے بیان کردہ یہ نکات اس جماعت کے نظریات کا اجمالی خاکہ ہے علاوہ ازیں یہ اپنے مقصد کو حاصل کرنے کی پوری کوشش کرتے اور اپنی بدعات پر پردے ڈالتے اور اقوال اور احادیث میں ہیر پھیر سے کام لیتے اور ان کی باطل تاویلات کرتے ہیں جیسا کہ آگے وضاحت آجائے گی ان شاء اللہ اور جیسا کہ واضح ہے ایک کا کوئی ایک متعین نظریہ نہیں ہے بلکہ حسب ضرورت ان کے نظریات بدلتے رہتے ہیں حاکم کے مسئلے میں مرجئہ بن جاتے ہیں اور ائمہ مسلمین اور داعیان اسلام کے مسئلے میں خوارج بن جاتے ہیں اپنے بودے محرف دلائل کے ذریعے ان کا درجہ گھٹاتے ہیں اور انہیں کافر و بدعتی قرار دے کر ان لوگوں کی مدد کرتے ہیں جو اللہ کے دین اور اس کے احکام وقوانین سے دور نکل جائے۔ ہمارے لئے اللہ ہی کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے۔ اور اپنے ہی پیروکاروں کی تربیت میں صوفیاء بن جاتے ہیں انہیں خوفزدہ کرتے ہیں کہ وہ کسی اور کی بات سنیں اور ان کے سوچنے سمجھنے کی صلاحتیں مشکوک بنا دیتے ہیں حتی کہ بڑے واضح اور کھلے امور میں بھی انہیں بالکل مفلوج کر دیتے ہیں چھٹی فصل میں ہم اس کے متعلق تفصیلی گفتگو کریں گے ان شاء اللہ۔ اور لادین سیکولر طبقے کی طرح سیاست اور دین کو الگ الگ قرار دیکر ان کے ہم خیال بن جاتے ہیں۔ اس خبط اور اختلاط سے بڑھ کر سنت سے دوری اور کیا ہو سکتی ہے؟

② البانیین

اسے شیخ محدث ناصر الدین البانی رحمہ اللہ کی طرف منسوب کرنا ہی مناسب ہے ان کے سوا کوئی اور ایسی شخصیت نظر میں نہیں جن کی طرف اسے منسوب کیا جائے۔ مقبل الوادعی ان کے تلامذہ میں سے ہے اسے پہلی جماعت کی طرف منسوب کیا گیا ہے کچھ اور جماعتیں بھی ہیں جو البانی کی طرف منسوب ہوتی

ہیں اور خود کو سلفی کہلاتی ہیں خواہ یہ سلفیت شرعی ہو یا بدعی جھوٹی۔ اس طریقے کے پیروکاروں کے بارے میں یہ کہنا درست ہوگا کہ یہ اس شبہے میں مبتلا ہیں جس میں کبھی مرجئہ مبتلا رہے کہ پختہ ارادہ اور قدرت تامہ وجود میں آئے جیسا کہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے ان کی تعریف کی اس طرح تعبیر کی ہے۔

اس جماعت کے مرکزی نظریات

- اس جماعت کے پیروکار پہلی جماعت کی طرح اس بات سے متفق ہیں کہ عمل ایمان سے الگ ہے جیسا البانی نے اپنے بہت سے لیکچرز میں اس بات کی صراحت کی ہے ان احناف کی مانند جنہیں اہل السنۃ والجماعۃ اس بناء پر ''مرجئۃ الفقہاء'' قرار دیتے ہیں البتہ احناف نے شریعت کو حاکم ماننے اور اللہ تعالیٰ کے احکام کو رتبہ اعمال سے گرا دینے کے معتبر ہونے کے مسائل میں ان لوگوں کا مذہب اختیار نہیں کیا اور کہا کہ مسلمان اسلام سے اسی وقت خارج ہوتا ہے جب کفر کی صراحت کر دے اور کفر کی دلیل صرف کفر ہی ہوسکتا ہے۔
- والی یعنی حاکم کی اتباع کے موضوع میں اس جماعت کے پیروکار البانی سے متفق ہیں کہ قول وفعل میں کسی بھی طرح اس کے خلاف خروج جائز نہیں ہے البتہ یہ پہلی جماعت سے اس اعتبار سے ممتاز ہیں کہ حاکم کو خیر خواہی اور اصلاح اور سنت سے موافقت کی نصیحت کرتے رہیں۔
- پہلی جماعت سے یہ جماعت اس امر میں مختلف ہے کہ یہ علماء اور داعیان اسلام کے خلاف محاذ نہیں کھولتے بلکہ اختلاف وتنقید کے وہ اصول اختیار کرتے ہیں جو مقبول ہیں۔
- سیاسی اور پارلیمانی عملی انتخابی زندگی اور جمہوریت کی دعوت کو جائز و درست قرار دیتی ہے۔
- اجتہاد وتقلید کے مسئلے میں یہ جماعت اہل السنۃ والجماعۃ سے متفق ہیں۔
- مسئلہ حاکمیت سے متعلق سید قطب رحمہ اللہ کی فکر اور صفات میں تاویل سے متعلق بعض امور میں اختلاف رکھتی ہے البتہ سید قطب رحمہ اللہ کی اس طرح مذمت نہیں کرتی جس طرح مدخلی اور اس کے

پیروکار کرتے ہیں۔

○ نظریاتی طور پر جہاد کو تسلیم کرتی ہیں البتہ عملی جہاد کے اعتبار سے یہ پہلی جماعت سے قریب تر معلوم ہوتی ہے۔

۳ اکیڈمک سلفی

(میں نے انٹرنیٹ کی ایک ویب سائٹ پر ایک شخص کو دیکھا جو اس جماعت کی طرف منسوب افراد کی دعوت کو علمی سلفیت سے تعبیر کر رہا تھا میں اس سائٹ کو دوبارہ ملاحظہ نہیں کر سکا مگر جو اسے تلاش کرنا چاہے وہ اسے بطور حوالہ تلاش نہ کرے) یہ جماعت مسئلہ ایمان میں سابقہ دونوں جماعتوں سے منفرد ہے اب جتنی جماعتوں کا تذکرہ ہوگا ان کے نزدیک ایمان قول وعمل کا نام ہے جو گھٹتا بھی ہے انہیں اکیڈمک سلفی اس لئے کہا جاتا ہے کہ یہ دیگر کی طرح صرف نظریات نہیں رکھتے بلکہ عمل بھی کرتے ہیں۔ان میں عبدالرحمان عبدالخالق ،عبدالرزاق الشادجی اور حامد العلی وغیرہ شامل ہیں۔مصر میں موجود جمعیۃ انصار السنۃ بھی عام طور پر ان کی طرف منسوب کی جاتی ہے۔

اس جماعت کے مرکزی نظریات

یہ نظم وضبط اور افکار وآراء کی تحدید وتعیین میں سابقہ دونوں جماعتوں سے آگے ہیں ایسے ہی موجودہ سیاست اور اس کے نقوش سے بھی یہ ان کی بنسبت زیادہ واقف ہیں۔

○ اس امر یعنی ''اللہ کے نازل کردہ حکم کے بجائے متبادل اور وضعی قوانین کے ذریعے حکومت کرنے والا'' میں ان کا نظریہ بھی وہی ہے جو سابقہ دو جماعتوں کا ہے یعنی یہ معصیت ہے البتہ اسے وعظ ونصیحت اور زجر وتوبیخ کرنا واجب ہے تاکہ اپنی اصلاح کر سکے ان میں سے بعض اس امر کو کفر اکبر قرار دیتے ہیں جو دین سے خارج کر دے لیکن اس دور کی نئی صورتحال میں عملی اقدام سے گریز کرتے ہیں۔

- موجودہ عملی سیاست میں شرکت کو مصالح مرسلہ کی قبیل سے قرار دیتے ہیں تا کہ لوگوں کے لئے بھلائیاں حاصل کی جائیں اوران سے نقصانات کو دور کیا جائے۔
- اجتہاد اور تقلید کے متعلق اہل السنہ کی رائے سے متفق ہیں کہ جو اداوات اجتہاد سے پوری طرح واقف نہ ہو اس کے لئے دین میں فتوی دینا جائز نہیں ہے مگر اپنے مخالفین کے فتاوی واقوال کو ردّ کر دیتے ہیں۔
- سید قطب ؒ اوران کتب کا احترام کرتے ہیں البتہ اسماء وصفات میں دور حاضر کو دور جاہلیت قرار دینے کے مسائل میں ان مخالفت کرتے ہیں۔
- کہتے ہیں کہ جہاد روز قیامت تک جاری رہے گا مگر یہ غور وفکر اور نظریہ کے دائرے سے خارج نہیں ہے۔

۴ سنی سلفیہ کے مشائخ

مثلاً فضیلۃ الشیخ الجلیل عبدالعزیز بن باز اور الشیخ المحدث صالح العثیمین اوران جیسے دیگر مشائخ۔

اس چوتھی جماعت کے مرکزی نظریات

- یہ جماعت توحید کے فہم دقیق اور سلف صالحین کی حسن اتباع کے ساتھ ممتاز ہے۔
- مگر یہ موجودہ حالات اوران کی وجوہات سے مکمل طور پر واقف نہیں ہے حتی کہ بعض بزرگ ہستیاں ان کے متعلق اس طرح کے کلمات ادا کرتے ہیں جو وہم میں ڈال دیں اور انہیں کوئی ایسا بیمار ذہن ہی استعمال کرسکتا ہے جو اپنی بدعت کو رواج دینا چاہتا ہو جبکہ یہ ہستیاں بدعت سے بیزار ہیں۔
- یہ اپنے اقوال میں اس بات کی صراحت کرتے ہیں کہ اللہ کے نازل کردہ حکم کے بغیر حکم دینا یا قانون بنانا یا اختیار کرنا کفر ہے ملت سے خروج ہے اور اپنے فتاوی میں سلف صالحین کے نافرمان حکام

جو غیر اللہ کے قانون کو نہیں مانتے تھے کے متعلق بعض مخصوص اقوال نقل کرتے ہیں یہ اس وقت کی بات ہے جب کچھ نوجوانوں نے ان سے خلیج کی بعض حکومتوں کے حق میں فتوی طلب کیا جواب تک شریعت کے مطابق حکومت کی دعویدار ہیں اگرچہ ان کی قانونی خلاف ورزیاں بہت بڑھی ہوئی ہیں (ان ممالک کے علاوہ کسی اور ملک کے باشندے اس بارے میں خاموش رہتے ہیں البتہ اہل مکہ اس سے پوری طرح واقف ہیں)۔

- اجتہاد و تقلید کی تعریفات میں اہل السنہ کے تابع ہیں۔
- ان میں سے بعض سے اس قسم کے اقوال ملتے ہیں جن سے سید قطب رحمہ اللہ کی مخالفت ہوتی ہے اور ان کی شان گھٹتی ہے لیکن حقیقت پسند اس قسم کے اقوال کے بارے میں بخوبی جانتا ہے کہ یہ سید قطب رحمہ اللہ کی بعض لغزشوں کی وجہ سے ہیں یا اس طرح کے اقوال ان سے اس وقت صادر ہوئے جب ایک خاص ٹولے نے سید قطب کے بعض اقوال ان کے سامنے توڑ مروڑ کر رکھے اور ان کے متعلق سوال کیا تو ان اقوال کے تعاقب میں یہ اقوال صادر ہوئے جیسے شیخ بن باز رحمہ اللہ کے ساتھ ایسا کیا گیا اور پھر یہ بات پورے عالم میں پھیلا دی گئی کہ شیخ بن باز سید قطب رحمہ اللہ کو بدعتی قرار دیتے ہیں حالانکہ یہ دھوکہ اور جہالت اور جھوٹ کے سوا کچھ نہیں ہے۔
- مغربی جمہوریت کو تسلیم نہیں کرتے جو اکثریت پر فیصلے کرتی ہے اگرچہ یہ اکثریت اللہ کے حکم کے خلاف ہو۔
- ان کے نزدیک جہاد روز قیامت تک فرض ہے اگرچہ ان کے خیال میں موجودہ دور میں کوئی بھی اسے صحیح طور پر نہیں کر رہا۔

⑤ سلفی اخوان المسلمین

جیسے شیخ عمر الاشقر، شیخ عصام البشیر، شیخ عبدالمجید الزندانی اور شیخ محمد سرور زین العابدین اور ان کے دیگر

رفقاء وغیرہ۔

اس پانچویں جماعت کے مرکزی نظریات

یہ سابقہ جماعت جیسے نظریات کی حامل ہے البتہ جمہوریت کے مسئلے میں اخوان المسلمین کے حامی ہیں جو جمہوریت اور سیاسی اتحاد کے بہت بڑے داعی ہیں اگرچہ ان کی یہ تحریک گذشتہ صدی کے تین چوتھائی عرصے میں بھی کامیابی حاصل نہ کرسکی۔ ہم ان سلفیوں کو عملی سیاست میں بہت آگے سمجھتے ہیں البتہ توحید اور بدعت سے متعلق فہم میں مقلد اخوانیوں سے بہت دور ہیں۔

٦ سلفی اہل السنۃ والجماعۃ

اس جماعت کو سلفی اور اہل السنۃ والجماعۃ کے الفاظ کے ساتھ ذکر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ جماعت سلفیت اور اہل السنۃ والجماعۃ دونوں صفات کے حامل ہیں اس طرح کے موجودہ حالات میں اصل سلفی اور عقیدے کی پختگی میں اہل السنۃ والجماعۃ درحقیقت یہی ہیں ان افراد کو اس جماعت کے تحت درج کرنا ہی مناسب ہے اگرچہ بہت سے امور میں اتفاق ہے کہ قاری انہیں ایک ہی جماعت تصور کرتا ہے ایسے بہت سے امور میں یہ ایک دوسرے سے مختلف ہیں کہ قاری کچھ اور سوچنے لگتا ہے لیکن ہمارے بیان کردہ نقاط کے مطابق یہ سب اس جماعت کے تحت مندرج ہونے کے اہل ہیں۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہم سب کو اپنی رحمت ومدد سے جنت کے باغوں میں جمع کردے۔

اس جماعت کے مرکزی نظریات

تنظیموں سے دور رہتے ہیں اور اسلامی ماحول کے بارے میں عقائد اور کتب عام کرتے ہیں اور موجودہ حالات سے مکمل واقفیت رکھتے ہیں۔

- اسلامی اتحاد کو ہی مسلمانوں کی تمام تر مشکلات ختم کرنے کا ذریعہ قرار دیتے ہیں۔

- البتہ اللہ کے نازل کردہ کے بغیر حکومت کرنے والوں کے متعلق ان کی آرا مبنی بر احتیاط ہیں اوران میں ان حکام تکفیر کرنے سے گریز کیا گیا ہے۔
- مصلحت کے پیش نظر سیاسی عمل کو چند پہلوؤں تک محدود کرنے کو جائز نہیں سمجھتے بلکہ ان میں سے بعض نے ان نظاموں کے ماتحت رہ کر جو شریعت کے بغیر حکم کو قبول کرتے ہیں ایک سیاسی جماعت تشکیل دینے کی کوشش کی جس کا مقصد مسلمانوں کے گرد کھینچے گئے حصار کو ختم کرنا تھا۔ایسے ہی ان میں سے بعض باضابطہ طور پر اس سیاسی عمل کو قبول کرتے ہیں اوراس کا اعلان بھی کرتے ہیں اور بسا اوقات ان حالات میں سیاسی عمل کو دہشت گردی اور مطلق العنانی قرار دیتے ہیں جس کا کوئی فائدہ نہیں ہوسکتا۔
- اجتہاد وتقلید کی تعریفات میں اہل السنۃ والجماعۃ سے متفق ہیں۔
- سید قطب رحمہ اللہ کا احترام اوران کی قدر کرتے ہیں اور یہ بھی سمجھتے ہیں کہ وہ ایک بشر ہی تھے ان میں غلطی کا امکان ہے چنانچہ صفات سے متعلق بعض مسائل میں ان کے نظریات کو سنت کے مخالف قرار دیتے ہیں۔
- جہاد کو درست مانتے ہیں اگرچہ موجودہ حالات میں مسلمان اس پر قادر نہیں ہیں۔

⑦ درمیانے اہل السنۃ والجماعۃ

یہ اہل السنۃ والجماعۃ کے منہج سے سب سے زیادہ قریب ہیں اور سلف کے طریق پر کاربند ہیں اگرچہ بشری تقاضوں سے کچھ غلطیاں بھی سرزد ہوئی ہیں۔ان محدثین میں محترم استاذ محمد قطب اللہ ان کی زندگی میں برکت دے ،استاذ عبدالمجید الشاذلی اللہ ان کی زندگی میں برکت دے ،استاذ غازی التوبۃ،محترم علامہ محمود شاکر رحمہ اللہ ،امام محدث احمد شاکر رحمہ اللہ ،محترم امام محمد بن ابراہیم سابق مفتی اعظم سعودیہ،محترم امام عبدالرحمٰن الدوسری رحمہ اللہ ،علامہ مودودی رحمہ اللہ وغیرہم ایسے دیگر محدثین وعلماء کرام جو اہل السنہ کی شکل میں ماضی میں بھی تھے اور مستقبل میں بھی رہیں گے اور یہی سواد اعظم ہیں اگرچہ

اکثریت میں باطل پرست ہیں۔

اس جماعت کے مرکزی نظریات

○ توحید الوہیت، ربوبیت اور اسماءِ وصفات میں ان کی آراء بڑی واضح ہیں جن پر کوئی غبار یا مطابقت کا ڈھونگ نہیں ہے۔ اللہ ہی حاکم ہے اس کے سوا کوئی حاکم نہیں اس کی مخالفت کفرا کبر ہے جو دین سے خارج کر دیتا ہے اس میں اختلاف نہیں اور یہ جائز نہیں کہ کوئی حاکم اللہ کی شریعت کے مقابل کسی اور قانون کو نافذ کرے اور لوگوں کو اس کا پابند بنائے زندگی کے تمام پہلوؤں میں جسے بعض لوگ جو مرجئہ کے شبہات میں پڑے ہیں اور نا قابل قبول اختلاطات سے کام لیتے ہیں وہ اسے جائز قرار دینے کی کوشش کرتے ہیں۔

○ یہ جماعت اس بات پر متفق ہے کہ جو حکومتیں اللہ کے نازل کردہ کے بغیر اپنے بنائے ہوئے قانین سے حکومت کرتی ہیں وہ جاہلانہ اور شریعت اسلامیہ اور دین سے خارج ہیں البتہ ان کی اکثریت اس طرح کی حکومتوں کی نشان دہی اور تخصیص کر کے ان پر علی الاعلان یہ حکم نہیں لگاتی۔

○ اس طرح کی حکومتوں کے ماتحت جو نظام قائم ہیں ان کی مسلمانوں کی سرزمین پر کوئی گنجائش نہیں اور یہ مسلمانوں پر اپنے حسب طاقت تمام وسائل بروئے کار لا کر ان نظاموں کو تبدیل کرنا واجب ہے۔

○ ولاء یعنی دوستی کا مفہوم ان کے نزدیک کتاب وسنت کے مطابق ہے کہ ولاء یعنی دوستی کا جذبہ یہ صرف مومنوں اور مسلمانوں کے مابین محصور البتہ کفار کے ساتھ زندگی گزارنے اور ان کے ساتھ نرم برتاؤ کرنے اور ان کے کمزوروں کی مدد کرنے کی گنجائش موجود ہے جبکہ وہ مسلمانوں کے خلاف مصروف جنگ نہ ہوں۔

○ دیگر جماعتیں جو توحید میں ناقص ہیں اور مرجئہ کے پیش کردہ شبہات کی بناء پر اللہ کی حاکمیت

کوتوحید میں شامل نہیں سمجھتیں حالانکہ اس بارے میں کوئی ایک صحیح دلیل ثابت نہیں ہوسکی ان جماعتوں کو یہ جماعت دعوت دیتی ہے کہ ان نظریات کو ترک کردیں اوران کے مخالفین جو انہیں خوارج ،تکفیری ،متشدد وغیرہ قرار دیتے ہیں انہیں بھی یہ دعوت دیتے ہیں کہ ان نظریات کو ترک کردیں کیونکہ ان اوصاف کی صحت پرکوئی شرعی دلیل نہیں ہے۔

- اس جماعت کے مفکرین اہل السنۃ والجماعۃ کے مذاہب میں بڑی گہری نظر رکھتے ہیں اوران سے نتائج نکالتے ہیں۔
- سیاسی اور پارلیمانی انتخاب کے عمل کی شرعی اعتبار سے مخالفت کرتے ہیں اوراسے توحید کے منافی قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس کے نتیجے میں وجود میں آنے والا حکومتی نظام مسلمانوں کو اس قابل نہیں چھوڑتا کہ وہ اسلام کے متعلق آزاد فیصلے کرسکیں یا اسے ترجیح ہی دے سکیں چنانچہ اس بے فائدہ عمل میں وقت اورمحنت برباد ہوگا کیونکہ یہ حکومت صرف موجودہ سیاسی عمل کو ہی قانون مانتی ہے۔
- یہ جہاد کو اس کی دونوں صورتوں میں دفاعی اور اقدامی کے ساتھ درست مانتے ہیں البتہ دعوتِ اتباع کو ہی بہتر اورامت کے لئے کم نقصان دہ راستہ قرار دیتے ہیں اِلّا یہ کہ دعوت سے کام نہ بن پائے یا دشمن مسلمانوں کی سرزمین پر حملے کرکے تباہی مچانے لگے۔

⑧ مجاہدین اہل السنۃ والجماعۃ

نظریات میں جماعت سابقہ جماعت سے متفق ہے البتہ موجودہ صورت میں یہ مسلح جدوجہد اور عملی جہاد کے اعتبار سے ان سے ممتاز ہیں ان کا نظریہ یہ ہے کہ یہ سیکولر حکومتیں ہیں اور سیکولر اور مغربی حکمرانوں کے دوست ہیں دین کو برضا وخوشی چھوڑ کر صہیونی اور صلیبی ٹولے میں شمار ہوچکے ہیں تاکہ دنیاوی مال وجاہ اوراقتدار حاصل کرسکیں اور یہ کہتے ہیں کہ موجودہ حالات کی تبدیلی میں کامیابی حاصل کرنے کے لئے کسی تاخیر کے بغیر مسلمانوں پر اسلحہ اٹھانا واجب ہے۔اور جو لوگ اس منہج کی مخالفت کرتے ہیں اس

کی وجہ یہ ہے کہ وہ مکمل طور پر حالات کی نزاکت اور حقیقت سے واقف نہیں ہیں اور نہیں جانتے کہ دشمن کے لئے یہ کہاں مضبوط اور کہاں کمزور ہیں، جبکہ دشمن مسلمانوں کو مختلف جنگوں اور معرکوں میں الجھا کر ان کی قوت کو کمزور کرنا چاہتا ہے تا کہ یہ آئندہ حالات کے لئے خود کو تیار نہ رکھ سکیں۔

اس فصل کے اختتام پر ہم ایک بار پھر تاکید کر دیں کہ ہماری یہ تقسیم اس کتاب تک محدود ہے اس سے باہر کا اعتبار نہیں ایسے ہی یہ تقسیم کوئی کلی ضابطہ نہیں ہے کیونکہ ممکن ہے کہ بعض شخصیات جنہیں مختلف جماعتوں میں تقسیم کیا گیا ہے انہیں دیگر مختلف نظریات کی بناء پر کسی اور جماعت میں شامل کرنا چاہیئے تھا البتہ مختلف جماعتوں اور نظریات کے ظاہر سے ہر محقق شخص اسی نتیجے پر پہنچے گا اس تقسیم کا بنیادی مقصد یہی ہے کہ اہل السنہ سے سلفیت کے دعویداروں کو الگ کیا جائے کیونکہ گزشتہ کلام سے یہ بات واضح ہے یہ اسلامی صورتحال میں متاثر کن نہیں ہیں اور ان کے حجم سے زیادہ ماننا بھی ضروری نہیں ہے بلکہ یہ تو ہوا کا ایک جھونکا ہیں جو آتے رہتے ہیں اور ناکام و نامراد لوٹ جاتے ہیں یا امت کے جسم میں ایک بخار ہے جس سے عنقریب اس کی جان چھوٹنے والی ہے ﴿فَاَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَآءً وَاَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِى الْاَرْضِ﴾ یعنی: جھاگ تو ناکام و نامراد بیٹھ ہی جاتا ہے لیکن لوگوں کے لئے نفع بخش زمین پر ہی باقی رہتے ہیں۔

آئندہ فصل میں ہم ان شاء اللہ سبحانہ وتعالیٰ جامیہ مدخلیہ کے پیرو سلفیت کے دعویداران کے بنیادی نظریات کا محاسبہ کریں گے آئندہ فصول میں مذکوران کی جعلسازیوں کی تمہید کے طور پر۔

تیسری فصل

سلفیت کے دعویدار خوارج اور صوفیہ کے درمیان ہیں

سابقہ دوفصلوں میں ہم بیان کر چکے ہیں کہ کس طرح سلفیت کے ان دعویداروں نے خود کو سلف کا جانشین باور کرانا شروع کیا ہم اس میں حق یہ سمجھتے ہیں کہ کوئی فرد یا جماعت سلف کی جانشینی کا دعویٰ کرے یا خود کو سلفی کہلانا شروع کر دے اس کا کوئی اعتبار نہیں بلکہ اعتبار اس بات کا ہے کہ وہ جماعت درج ذیل امور قبول کرتی ہے یا نہیں:

① وہ جماعت ''اہل السنۃ والجماعۃ'' کے ہاں مقبول اصول فقہ، قواعد لغت اور اصول تفسیر سے قولاً وعملاً متفق ہو۔

② ان کے پیش کردہ ادلہ دعوی کے مطابق ہوں ان میں تحریف اور ہیر پھیر نہ ہو اور اہل السنہ کے نزدیک معتبر ہوں کہ نص معنی کا احتمال رکھتا ہو اور محل قبول کرتا ہو۔

③ ان کے اقوال معتبر متقدمین اور و متاخرین علماء کے اقوال کو فروغ دیتے ہوں البتہ جس عالم کی بدعت معروف ہو اس کے قول کی طرف رجوع نہیں کرنا چاہیئے خاص کر وہ اقوال جو اس کی بدعت یا سنت سے انحراف کے متعلق ہوں مثلاً جو عالم صفات میں تاویل کا قائل ہو اگر چہ دیگر امور میں صحیح ہو اس کے قول کو دلیل بنانا درست نہیں ہے۔

④ علماء اصول کے بیان کردہ مقاصد شریعت سے متفق ہوں۔

⑤ یہ جماعت اپنی کلیات و جزئیات سب میں ادلہ شرعیہ کو ایسی کلی مانتی ہو جو اجزاء میں منقسم نہیں

ہوتی جیسا کہ امام شاطبی رحمہ اللہ نے کتاب الاعتصام میں اس طرف اشارہ کیا ہے کہ اہل السنۃ والجماعۃ کا یہی موقف ہے کیونکہ ادلہ کو جزئی بنانا یا کلیات کو جزئیات کے مطابق بنانا یا جزئیات کو کلیات سے ٹکرانا اہل بدعت کا طریقہ ہے جو وہ اپنی بدعت کو ثابت کرنے کے لئے اختیار کرتے ہیں۔ (الموافقات)

یہ بات قابل توجہ ہے کہ جب اس معاملے کا تعلق توحید سے ہے تو اس میں اختلاف کی کوئی صورت باقی نہیں رہتی جیسا کہ فقہی اختلاف میں ہوتا ہے کیونکہ توحید روز اول سے ہی انسان کی طرف اللہ کا ایسا پیغام ہے جس میں تغیر وتبدل یا کمی یا زیادتی نہیں ہوئی ہر نبی کی یہی دعوت تھی کہ:

﴿أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُم مِنْ إِلٰهٍ غَيْرُهُ﴾

یعنی کہ اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔

اس لئے ضروری ہے کہ ہم اپنے دلوں کو سمجھا دیں کہ توحید میں تقلید کی گنجائش نہیں ہے البتہ فروعات میں چند شروط کے ساتھ تقلید جائز ہے کیونکہ یہ فروعات قطعی نہیں ہوتیں اور بسا اوقات قطعی دلائل پر مبنی نہیں ہوتیں (بشرطیکہ ہم اجمال، عموم، اطلاق وغیرہ ظنیات کو معتبر مانیں جو مخصصات، مقیدات اور مبنیات کی محتاج ہوتی ہیں تاکہ ظنیت رفع ہو سکے۔ جیسا کہ اصول فقہ میں واضح ہے) اور یہ بھی اس شخص کے لئے جائز ہے جو اتباع کا طریق اختیار کرے نہ کہ جمود، تعصب اور جہالت کا جیسا کہ علم الاصول سے ثابت ہے۔

ہم قاری کو یہ بتانا ضروری سمجھتے ہیں کہ فتوی کی دو بنیادیں ہوتی ہیں:

① حکم شرعی

② صورت حال (وجہ، بنیاد)

اس کی مثال یہ ہے کہ جب سائل کسی مفتی شرعی کے پاس کسی پی جا سکنے والی شئے کا پیالہ لے کر جائے تاکہ وہ اس شئے کی حلت وحرمت کی وضاحت کر سکے تو اگر مفتی یہ کہے کہ شراب حرام ہے تو اس نے حکم شرعی کا ذکر کیا نہ کہ شرعی فتوی پھر مفتی پر لازم ہے کہ وہ شئے کو لیبارٹری میں بھیجے تاکہ اس میں موجود نشئی

مادہ کی تصدیق کر سکے پھر اگر یہ شئے ایسی ہو کہ عام عادت سے زیادہ استعمال کرنے پر نشہ کرتی ہو تو اس بناء پر اور حکم شرعی کی بناء پر اس شئے کی صورت حال کی بناء پر مفتی کے لئے یہ ممکن ہو سکے گا کہ وہ شئے کی حلت یا حرمت کا تعیین کرے۔

الجامیہ المدخلیہ

دوسری فصل میں ہم سلفیت کی طرف خود کو منسوب کرنے والی (خواہ وہ نسبت حق ہو یا باطل) جماعتوں اور مشہور شخصیات کا تذکرہ کر آئے ہیں جن میں ایک جماعت یہ بھی ہے جو کتاب وسنت کی اتباع اور مذہب صحابہ وتابعین کا دعوی کرتی ہے اور نظر واستدلال میں انہی کی پیروی کرتی ہے۔ یہ جماعت یعنی جامیہ مدخلیہ اور اس کے برابر والی جماعت جو اس سے ذرا کم خطرناک ہے یعنی البانیین یہ دونوں آٹھ جماعتوں میں شامل ہیں اور اس کتاب کا اصل موضوع ہیں خاص کہ پہلی جماعت کہ اس کے اصول بڑے سنگین ہیں اور وہ انہیں سلفیت کا لبادہ اوڑھانا چاہتے ہیں حالانکہ یہ بودے اور قلیل الاتباع ہیں۔ یہ بات ہم ایک پھر دہرادیں کہ اس عمل کے ذریعے ہم ایک جماعت کو دوسری پر خواہش یا تعصب کی وجہ سے فضیلت نہیں دیں گے بلکہ قاری پر چھوڑ دیں گے کہ وہ دین اور عقل کے اصولوں اور ہدایات کی روشنی میں ایک رائے اختیار کر سکے۔

یہ جماعت بھی جامیہ مدخلیہ جس منہج پر ہے اپنے پیروکاروں کی تربیت کرتی ہے اور عالم اسلام سے متعلق جو صورت حال پیش کرتی ہے وہ انتہائی سنگین ہے کہ نوجوانوں کی برین واشنگ کی جاتی ہے انہیں نفسیاتی شکست دی جاتی ہے حالات کی سنگینی اس سے چھپائی جاتی ہے اور انہیں ظلم پر راضی رہنے والا اور سہولت پسند بنایا جاتا ہے۔ ان دعاوی پر ہم ان کے ایسے دلائل پیش کرتے ہیں جن سے صرف دشمنان اسلام ہی فائدہ اٹھا سکتے ہیں اور جو ایک طرف صوفیہ تو دوسری طرف سیکولر افراد کے مطابق ہیں۔

✩ بنیادی اصول

① ایمان توحید کی معرفت اور رسول اللہ ﷺ کی لائی ہوئی شریعت کی تصدیق کا نام ہے یہ ایمان کے لئے شرط صحت ہیں اور اعمال شرط کمال ہیں۔

② اس بنیاد پر کفر صرف استحلال یا تکذیب یا اعتقاد کے ذریعے ہی ممکن ہے عمل کا اس سے کوئی تعلق نہیں اور کسی عمل کی بناء پر کسی شخص کو اسی وقت کافر قرار دیا جائے گا جب اس کا وہ عمل عدم اعتقاد یا کفر یہ اعتقاد کے ساتھ مربوط ہو مرجئہ کا بھی ابتداء سے یہی نظریہ ہے۔

③ اس کے برعکس اس طرف منسوب اکثریت ان اقوال سے لاتعلق ہے ان کے عقائد کا ماحصل وہی ہے جو ہم نے ذکر کیا ہے (اس بارے میں خالد العنبری کی کتاب ''الحکم بغیر ماانزل اللّٰہ و اصول التکفیر'' کے سیاہ اوراق اور ''لجنة الدائمة للبحوث العلمية و الافتاء'' کا شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن محمد آل شیخ اور شیخ صالح الفوزان اور عبداللہ بن عبداللہ العدیان کی رکنیت میں جاری کردہ بیان ملاحظہ ہو جس میں انہوں نے لکھا کہ یہ کتاب ''علماء اہل السنۃ والجماعۃ سے نقل کردہ اقوال میں امانت علمی سے خالی ہے'' اور انہوں نے اس کی نشر واشاعت پر پابندی لگادی ہے ایسے ہی بندر بن نایف العتیبی کی کتاب ''الحکم بغیر ماانزل اللّٰہ'' کے سیاہ اوراق ملاحظہ ہوں ہم نے اپنی اسی کتاب کے دوسرے حصے میں اس کا ردّ کیا ہے)

④ جو یہ بات کہتا ہو کہ بعض اعمال کا ارتکاب کفر ہے اگر چہ اس کا تعلق اعتقاد سے نہ ہو تو وہ خارجی ہے۔

⑤ سورة المائدہ کی آیت مذکور میں کفر سے کفر اصغر مراد ہے جیسا کہ ابن عباس کہتے ہیں کہ کفر دون کفر۔

⑥ اس بناء پر تمام مسلمان سرزمینوں کے حکام اور حکومتیں مسلمان ہیں اور ان کا نظام اسلامی ہے

چنانچہ وہ شرعی امیر ہوئے۔

⑦ اسی بناء پر اوران احادیث کی بناء پر جو امراء کی اتباع کو فرض قرار دیتی ہیں اگر چہ وہ کیسی ہی نافرمانی کریں ان کے خلاف خروج بلکہ احادیث کی رو سے ان کے خلاف تنقید کرنا بھی غیر شرعی ہے۔

⑧ اس تصور کی بناء پر اللہ کے نازل کردہ کے مطابق حکومت کرنے کا موضوع بلکہ اللہ کی عام اطاعت ان کا تعلق توحید سے نہیں ہے بلکہ واجبات سے ہے جنہیں کلی طور پر ترک کردینا بلکہ اللہ کے بغیر مطلق قانون سازی کرنا اور لوگوں کو ایسے حکام کا پابند وتابع بنانا معاصی اور نافرمانی ہے جس کے مترکب کی بخشش اس کی نیکیوں و گناہوں کو مٹانے والے دیگر امور کے ذریعے ہو جاتی ہے۔(ملاحظہ ہو عنبری کی کتاب کا صفحہ نمبر 35)

⑨ جو حکام کی سیاست اور دیگر امور میں دخل اندازی کرے وہ سیاسی اسلام رائج کرنے والا ہے۔

⑩ چنانچہ مسلمان کا یہ کام نہیں کہ وہ سیاست سے متعلق گفتگو کرے بلکہ اس پر لازم ہے کہ وہ یہ معاملہ شرعی امراء کے سپرد کردے اوران معاہدات کا احترام کرے جو وہ مغربی ممالک کے ساتھ کریں اوران ممالک کے سیاسی امور پر تنقید نہ کرے اگر چہ وہ مسلمانوں کی جان، مال، عزت کو مباح قرار دیں کیونکہ ہمارے حکام ہمارے مصالح کے بارے میں زیادہ جانتے ہیں چنانچہ ہم پر ان کی سمع وطاعت واجب ہے خواہ دل سے ہو یا بادل نخواستہ اگر چہ وہ ہماری پیٹھ پر ماریں اور ہمارے اموال چھین لیں۔

یہ پرفریب بدعت کس طرح خوشنما دکھتی ہے اور کس کے سہارے قائم ہے؟ ان لوگوں نے استدلال کا ایک نیا انداز اختیار کیا ہے جو عام آدمی کو اسی طرف لے جاتا ہے جس طرف وہ جانا چاہتے ہوں جیسا کہ درج ذیل ہے:

① اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿فَسْئَلُوٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ.(النحل:٤٣)﴾

اگر تمہیں علم نہ ہوتو اہل علم سے پوچھ لیا کرو۔

اس آیت کی رو سے مسلمان پر اہل علم کی طرف اپنے بھلے برے کی معرفت کے لئے رجوع کرنا واجب ہے ایسے ہی توحید اوراس کے لوازم وقواعد کی معرفت کے لئے تا کہ ان لوگوں کی شرکیات میں واقع نہ ہو جنہیں علم نہیں۔

(۲) وہ اصحاب علم جن کی بات پر خاموش ہو جانا اوران کی رائے پر توجہ دینا واجب ہے وہ ہیں جو ان کے معتبر ترین ائمہ ثلاثہ یعنی ''البانی''، ابن باز، عثیمین رحمہم اللہ کے درس وآراء اور علم حدیث کی تحقیق کرتے ہوں (اللہ گواہ ہے کہ امام ابن باز اور امام عثیمین ان کے خبط اوراندھے پن سے لاتعلق ہیں)اورافضل وہ ہے جو حرمین کے جامعات سے فارغ التحصیل ہو اور البانی کا بلاواسطہ یا بالواسطہ شاگرد ہو اگر چہ کچھ ہی عرصے کے لئے رہا ہو(ان کے شمالی امریکی اور یورپی غیر عربی مسلمان پیروکاروں کی نسبت سے ایک مفید بات یہ بھی ہے کہ ان کا عالم بڑے بڑے لمبے چوغوں اور قباؤں سے آراستہ ہوتا ہے۔ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ)

(۳) جدید مرجئہ کے ذریعے یہ لوگ علماء کو غالبًا لاعلم نوجوانوں کے ذریعے نقصان پہنچاتے ہیں یہ پہلے سے پالش شدہ اور تیار عقلوں کو لیتے ہیں پھر انہیں یہ وہم دیتے ہیں کہ اصل علم علم حدیث اور علم رجال ہے اور جوان دونوں میدانوں میں محقق ہو وہ واجب الاتباع ہے تا کہ ہم اتباع سنت میں مضبوط ہوسکیں اور تابعدار کو کچھ سوچنے سمجھنے کی زحمت نہیں کرنی چاہیئے کیونکہ وہ حدیث کے مراتب اور صحت وضعف اور سند میں عالی نازل وغیرہ احادیث کی اصطلاحات کا علم نہیں رکھتا ان کے ذریعے یہ وہم پیدا کرتے ہیں کہ جس کی وہ اتباع کررہا ہے وہ بلند مرتبے پر فائز ہے اس طرح ایک اعتبار سے اسے اپنے متبوع کے مقابلے میں گمراہ قرار دیتے ہیں اور دوسری طرف جو اس منہج کا پیرو نہ ہو اس کے مقابلے میں اسے فائق اور افضل قرار دیتے ہیں۔

(۴) مخالف علماء کے اقوال کو رد کرنے کے لئے یہ علم جرح وتعدیل کا سہارا لیتے ہیں کتنے ہی علماء

اور ائمہ کو گرے پڑے ناموں اور برے القابات سے پکارتے ہیں اور اپنے مقلد پیروکاروں میں اپنا پرفریب سامان عام کر کے انہیں مبارک باد دیتے ہیں کہ اس دور میں وہ ہی علم جرح وتعدیل کے حامل ہیں اور علی بن مدینی، یحییٰ بن معین، یحییٰ بن سعید القطان کے حقیقی وارث ہیں اس سارے عمل کا نتیجہ یہ نکلا کہ یہ نوجوان علماء سے کتراتے ہیں اور علمی تحقیق کے بجائے اپنی ذاتی تحقیق کو بہتر سمجھتے ہیں اور علماء کے مقابل خود کو بہتر سمجھتے ہیں لیکن اس طرح کہ وہ عالم کو خوب چبائے یا اس کا مرتبہ گھٹائے تاکہ عالم اسے یہ مبارک دے کہ وہ بھی علماء کے برابر ہے دھوکے اور فریب میں مبتلاء یہ نوجوان صرف اپنے مشائخ کو معتبر جانتا ہے۔

⑤ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے انہوں نے اپنے نزدیک مسترد علماء کی فہرستیں تیار کر رکھی ہیں جنہیں اپنے پیروکاروں میں تقسیم کرتے ہیں اور انہیں ان کی کتب پڑھنے سے روکتے ہیں ایسے ان کے اپنے نزدیک کچھ معتبر علماء کی فہرستیں بنا رکھی ہیں جو عقیدے اور حدیث میں ان کی ارجائیت اور اختلاطات وانحرافات سے متفق ہوں۔

⑥ ان لوگوں کی جراءت یہاں تک بڑھی ہوئی ہے کہ یہ اپنے پیروکاروں کے لئے مسلمانوں کی جاسوسی اور انہیں گورنمنٹ کے حوالے کرنے کو جائز قرار دیتے ہیں جیسا کہ ان کے ایک حقیر شخص علی بن حسن الحلبی نے اس بارے میں باقاعدہ فتوی جاری کیا ہے (چند اہل السنة والجماعة نے ان مرجئہ کا بھرپور تعاقب کیا ہے اور ان کی نقاب کشائی کی ہے مثلاً ڈاکٹر ابو رحیم نے اپنی کتاب ''تحذير الامة من تعليقات الحلبي على الاقوال الائمة'' اور ''الكشف المثالي عن سرقات سليم الهلالي'' ایسے ہی دیگر علمائے امت نے حلبی مرجئہ کا فاسد عقیدہ پوری طرح واضح کیا ہے اسے ہم فائدے کی غرض سے مکمل طور پر درج کر رہے ہیں۔

فضیلۃ الشیخ صالح بن فوزان بن عبداللہ الفوزان، فضیلۃ الشیخ عبدالعزیز بن عبداللہ الراجحی، فضیلۃ الشیخ سعد بن عبداللہ بن عبدالعزیز آل حمید کی تقدیمات اور شیخ محمد سالم الدوسری کی تالیف۔

بسم الله الرحمن الرحيم، الحمد لله والصلاة والسلام علی رسول الله وعلیٰ آله وصحبه من والاه وبعد،

مرجئہ کے عنوان پر اللجنۃ الدائمہ کے پیش کردہ فتوی پر شیخ علی بن حسن الحلبی کے اعتراضات پر شیخ محمد بن سالم الدوسری کا ردّ ملاحظہ کیا جس کے متعلق کہوں گا:

1 شیخ محمد نے بہترین رد کیا ہے اور جن اہل علم کے اقوال پر اس کا اعتماد تھا ان کے جو اقوال اس نے نقل نہیں کیے ان کا بھی احاطہ کیا ہے اور جہاں تک اللجنۃ الدائمہ کے فتوی کو مشکوک قرار دینے والی بات ہے تو اس کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں ہے کیونکہ یہ فتوی تمام ارکان کے اتفاق اور ان کے دستخطوں کے ساتھ شائع کیا گیا ہے۔

٢ شیخ علی حسن اور اس کے دیگر ہم خیال پر یہ لازم ہے کہ وہ خود کو مسئلہ ایمان میں سلف کی طرف منسوب کرتے ہیں تو اس مسئلے میں سلف کی کتب پر اعتماد کریں یہی کافی ہے جدید کتب جو ذہنوں کو منتشر کرتی ہیں ان کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ انہیں تو لیا بھی جا سکتا ہے اور ردّ بھی کیا جا سکتا ہے خاص کر اس عظیم مسئلے میں تو جو فتنہ سو چکا ہوا سے جگانا تا کہ شر پسند اس کے ذریعے اہل السنہ کے مابین فساد کو ہوا دیں کسی طور پر بھی جائز نہیں ہے۔

٣ شیخ علی حسن پر یہ بھی لازم ہے کہ وہ جب اہل علم کے اقوال نقل کریں تو مکمل طور پر نقل کریں ایسا نہ کریں کہ قول کا شروع حصہ نقل کر دیا اور آخر چھوڑ دیا اس سے اس عالم کا مقصود پوری طرح سامنے نہیں آ سکتا اور یہ اس پر افتراء متصور ہوگا بلکہ کسی بھی عالم کے قول کو نقل کرتے وقت اس کی تمام کتب کو ملاحظہ کرنا چاہیئے تا کہ اس کی اصل مراد سامنے آ سکے اور اسے اس کے دیگر اقوال سے بھی تائید مل جائے۔

آخر میں ہر ایک کے لئے علم نافع اور عمل صالح کی دعا کرتا ہوں وصلی اللہ علی نبینا محمد وعلیٰ آلہ

وصحبہ۔

کتبہ صالح بن فوزان بن عبداللہ الفوزان۔

2 بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للّٰہ رب العالمین و الصلاۃ و السلام علی اشرف الانبیاء و المرسلین نبینا محمد و علی آلہ و صحبہ و التابعین. اما بعد،

شیخ محمد سالم الدوسری کی تحریر المسمیٰ ''رفع اللائمۃ عن فتوی اللجنۃ الدائمۃ '' کا مطالعہ کیا اللہ انہیں توفیق دے اس کا عنوان شیخ علی حسن عبدالحمید مرجئہ کے متعلق لجنۃ الدائمہ کے فتوی پر اپنی کتاب ''صیحۃ نذیر ''اور'' التحذیر من فتنۃ التکفیر ''میں کئے جانے والے اعتراضات پر ردّ ہے لجنۃ دائمہ نے ان دونوں کتب میں موجو مسئلہ ایمان اور تکفیر سے متعلق غلطیوں اور اہل علم کے اقوال نقل کرنے سے متعلق ہیرا پھیرا کا اجمالی جواب دے دیا ہے اس نے ایسا اس لئے کیا تا کہ اپنے نظریے کے مطابق صرف ایمان کو دل اور کفر کو استحلال، تکذیب اور اعتقاد کے ساتھ مقید کر دے شیخ محمد الدوسری نے علی حسن عبدالحمید کی غلطیوں کا تعاقب کیا ہے اور مسئلہ ایمان و کفر کے متعلق اہل السنۃ والجماعۃ کے مؤقف کو اچھی طرح واضح کیا ہے کہ ایمان دل، زبان اور جوارح یعنی اعضاء بدنیہ سے متعلق ہے اور کفر قول، فعل، اعتقاد اور شک ہر ایک کے ذریعے ممکن ہے شیخ علی حسن عبدالحمید نے علماء کے اقوال کو کاٹ پیٹ کر نقل کرنے کے بعد ان سے مرجئہ کا مذہب ثابت کرنے کی بھرپور کوشش کی کہ ایمان اور کفر دونوں کا تعلق صرف دل سے ہے یہ مذہب باطل ہے کتاب و سنت کے نصوص اور ائمہ و اہل علم کے اقوال کے خلاف ہے۔ علی حسن عبدالحمید پر اب لازم ہے کہ حق کو قبول کرے اور ایک اور کتاب لکھ کر اپنے اہل السنۃ والجماعۃ کے موقف کی طرف رجوع کی وضاحت کرتے یہ افضل ہے (حق کہو

خواہ اپنی ذات کے خلاف ہو خواہ کڑوا ہو) باطل میں رہنے سے حق قبول کرنا بہتر ہے متقدمین ومتاخرین علماء کا یہ طرز عمل رہا ہے کہ وہ فوراً حق قبول کرتے تھے یہی ان کی سیرتوں کا اعجاز ہے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو جو خط لکھا تھا اس میں فرمایا کہ: ''تم جو فیصلہ صادر کر چکے ہو پھر تم اس میں اپنی رائے تبدیل کر لیتے ہو اور صحیح موقف جان لیتے ہو تو وہ فیصلہ تمہیں حق کی طرف رجوع کرنے سے نہ روکے کیونکہ حق تو ہمیشہ سے ہے اسے کوئی چیز باطل نہ کر سکی باطل میں رہنے سے حق اختیار کر لینا زیادہ بہتر ہے''۔ اگر علی حسن عبدالحمید مسئلہ ایمان وکفر میں اہل السنۃ والجماعۃ کے مذہب کہ یہ دونوں اعتقاد، قول اور فعل سے متعلق ہیں کی طرف رجوع کر لیتے ہیں تو یہ ان کی فضیلت، علمیت، اللہ کے خوف، قبول حق کی دلیل اور ائمہ وعلماء کی اقتداء ہوگی اور ان کے اس رجوع سے فتنہ ارجاء کی بیخ کنی ہو جائے گی کہ جس کے ضرر کو لے کر انھوں نے اسے نوجوانوں کے درمیان پھیلا دیا اور ان کی اکثریت کے ذہنوں میں انتشار اور ان کے عقائد میں شبہات پیدا کر دیئے میں اللہ سے دعا گو ہوں کہ وہ بھائی علی حسن عبدالحمید کو حق کی طرف رجوع، قبولیت حق کی توفیق دے اور اللہ نے انہیں جس صفات وبلاغت اور مؤثر انداز تحریر سے نوازا ہے اس کے ذریعے انہیں مسئلہ ایمان وکفر میں اہل السنۃ والجماعۃ کے عقیدے کی نشر واشاعت کی توفیق عطاء فرمائے اور اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ بھائی محمد بن سالم الدوسری کو توفیق واستقامت عطا فرمائے اور ان کی اس کتاب کو نافع بنائے ایسے ہی ان کی دیگر کتب اور ردود کو اور اسے مبارک بنائے اور اس مسئلے میں لوگوں کے ذہن میں جو کر چکے ہیں انہیں زائل فرمائے۔ اور اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ میرے طلباء علم ودین بھائیوں کو علم نافع اور عمل صالح اور استقامت اور دین، ایمان، اسلام کو چھوٹے بڑے تمام مسائل میں اہل السنۃ والجماعۃ کے مؤقف کو اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہم سب کو اسلام پر موت دے وہ اس قادر ہے۔ وصلی اللّٰہ وبارك علی عبداللہ ورسوله محمد وعلیٰ آله واصحابه

واتباعه بأحسان الى يوم الدين۔

قالہ و کتبہ: عبدالعزیز بن عبداللّٰہ الراجحی(صدر مدرس جامعة امام محمد بن سعود الاسلامیہ)۔1422/5/20ہجری۔

③ بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم الحمد للّٰہ و کفی وصلوات اللّٰہ وسلامہ علی عبدہ المصطفیٰ نبینا محمد و علیٰ آلہ وصحبہ اھل الوفاء امابعد،

اللہ لجنۃ الدائمہ کومزید توفیق وہدایت سے نوازے اس نے علی بن حسن بن عبدالحمید الحلبی کی کتب''التحذیر من فتنة التکفیر''اور''صیحة نذیر'' کی مذمت میں مورخہ 1421/6/14ھ کوایک فتوی جاری کیا جس کا نمبر 21517 ہےاس فتوے میں مختصر طور پر مذکورہ کتب میں موجوداغلاط کی نشان دہی کی گئی ہےاور تفصیل سےاس لئے احتراز کیا گیا کہ یہ فتوی ہے مفصل ردّ نہیں۔مناسب یہی تھا کہ حق کواچھی طرح واضح کیا جاتا جیسا کہ اس نے باطل کوواضح کیا ہے وہ جانتا ہے کہ جن حضرات نے یہ فتوی جاری کیا ہے وہ بزرگان اس سے بڑھ کرعلم والے،عمررسیدہ،اورعقیدے کوجاننے والے ہیں اگرانہوں نےاس کے بارے میں کچھ لکھ دیا ہےتواسےان کاشکرگزارہونا چاہیئے اوران کےحق میں دعا کرنی چاہیئے اوران اغلاط سے رجوع کااعلان کردینا چاہیئے تاکہ فتنے کی بیخ کنی ہوکیونکہ یہ مؤقف چھوٹے بڑے سب پر بڑاشاق ہےلیکن بجائے ماننے کےالٹا مخالفت کرنے لگااور لجنۃ دائمہ پرردّ کرنے لگااوراپنی غلطیوں کاذمہ داردوسروں کوقرار دینے لگااوراپنی دونوں کتابوں میں موجودعبارات وغیرہ کے انجام سے منکر ہونے لگا۔یہ فلاں کا کلام ہے اس میں میرامعمولی سا کلام بھی نہیں،میری دونوں کتابوں میں اس مسئلے پر بالکل بحث نہیں ہے،کونسی بات قابل اعتراض وتنقید ہے؟! ،کہاں حصر ہے؟! کیا قابل تنقید ہے؟! کہاں ہے حصراورکیسے ہے؟! کہاں ہے تحریف؟! ان

نصوص سے کیا سمجھ میں آتا ہے اور میری ان کتابوں میں موجود تعلیق میں شیخ الاسلام پر کہاں جھوٹ بولا گیا ہے یہ تو صرف ان کے اقوال کا اختصار ہے اور ان کے اصولوں کا انضباط ہے؟! کہاں ہے افتراء اور جرح جو جرح کہلائی جاسکے؟! اگر وہاں کوئی مناقشہ یا مواخذہ ہے تو انہی کے خلاف ہوا نہ کہ ناقل کے؟! درحقیقت یہ میرا کلام ہے ہی نہیں؟! کہاں ہے تعلیق کہاں ہے تحمیل، کہاں ہے سہولت پسندی کہاں ہے ہلکا پن؟!......اس میں اسی طرح جھوٹ سے مزین عبارات ہیں جن کے آخر میں سوالیہ نشانات ہیں عجیب بات یہ ہے کہ وہ اپنی کتابوں کو اس طرح کی علامات سے بھر دیتا ہے یہ اس کے نزدیک علم ہیں میں نے کسی اور مؤلف کو یہ علامات اس قدر استعمال کرتے نہیں دیکھا یہ علامات مؤلفین اور محققین اشتعال دلانے کے لئے استعمال کرتے ہیں۔

اہم بات یہ ہے کہ حقیقت سے ناواقف جو شخص اس کے اس ردّ کو پڑھے گا وہ اس کے اس انداز ردّ اور لفاظی، ملمع سازی سے دھوکہ کھا کر لجنہ کے فتوی کی صداقت کے متعلق شکوک کا شکار ہو جائے گا اور لجنہ کو ہی جھوٹا ظالم اور قصوروار قرار دے گا اور وہ بھی اپنی اس کتاب سے یہی تاثر دیتا ہے کہ ''ہم نے کسی قابل ذکر شخصیت سے سنا ہے کہ فتوی لجنہ کے کسی ایک رکن نے جاری کیا اور بقیہ ارکان نے جانے دیکھے بنا ہی اس کی تصدیق کردی'' آپ اس کے مددگاروں اور ہم خیالوں سے دور رہیں بعض بزرگان دین اور اس شہر کے بعض اہل علم کے نزدیک یہ معاملہ اہم ہے! جب لوگ اپنے علماء کے متعلق اس حد تک عدم اعتماد کا شکار ہو جائیں گے پھر کس پر اعتماد کیا جاسکتا ہے؟! اگر کوئی منصف مزاج اس فساد میں معمولی سا بھی غور کرلے تو نفس پرستی سے باز آجائے اور اگر وہ پھر بھی خود کو حق پر سمجھتا رہے تو پھر اجتماعی مصلحت کے پیش نظر انفرادی مصلحت کو ردّ کردیا جاتا ہے اور ہمارے فاضل بھائی شیخ محمد سالم الدوسری حفظہ اللہ کا یہ رسالہ ''رفع الائمة عن فتوى اللجنة الدائمة'' جھوٹی چمک دمک کا پول کھولنے اور اصل حقیقت واضح

کرنے میں موثر ترین ہے خاص کر اس شخص کے لئے جو علی حسن کے متعلق حسن ظن رکھتا ہو اور یہ سمجھتا ہو کہ لجنہ نے اس کے ساتھ زیادتی کی ہے اور اس کی کتاب سے متاثر ہو بطور مثال اس نے بعض ائمہ کے اقوال کاٹ پیٹ کر نقل کرنے کے بعد یہ دھوکہ دینا چاہا کہ کفر اعتقاد میں منحصر ہے تو رسالہ مذکور اس کی ان حرکات کی نشاندہی کر کے ان کا ردّ کرتا ہے جس میں اس نے صرف اپنے مطلب کی عبارت پر تعلیق لکھی اور باقی عبارت کو ہضم کر گیا ایسے ہی ہر وہ کلمہ یا عبارت جس میں اعتقاد یا جحود وغیرہ کا ذکر ہو ان سے عموماً یہ استدلال کرنے کی کوشش کی کہ کفر صرف جحود یا اعتقاد کے ذریعے ہی ممکن ہے اور پھر اسے بعض ائمہ کی طرف منسوب کرنے کی کوشش کی جب عمل کا تذکرہ آتا ہے تو اسے موٹے اور جلی حروف میں لکھتا ہے ایسا ائمہ کی ان عبارتوں میں کرتا ہے جن میں وہ عمل، اعتقاد اور جحود کے ذریعے کفر کے متعلق بحث کر رہے ہوں قاری اس کے اس انداز تحریر سے متاثر ہو جاتا ہے اور وہ یہ سمجھنے لگتا ہے کہ اس نے صرف امام کے اقوال کو نقل کیا ہے اس میں خود اس کا کوئی قول نہیں ہے اگر یہی بات ہے تو ائمہ کے اقوال کی من وعن اسی طرح نقل کیوں نہیں کرتا اور مکمل کیوں نقل نہیں کرتا کاٹ پیٹ کیوں کرتا ہے؟ عبدالرحمٰن مہدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''اہل السنۃ ہر بات لکھتے ہیں جو ان کے حق میں ہو یا ان کی مخالفت میں جبکہ بندگان خواہش صرف اپنے مطلب کی بات لکھتے ہیں''۔ علی الحلبی کی مسئلہ ایمان میں اہل السنۃ والجماعۃ کی مخالفت اس وقت سے ہی معروف ہے جب اس نے مراد شکری کی کتاب ''احکام التقریر لاحکام مسئلۃ التکفیر'' کی طبع ونشر واشاعت کی بھرپور کوششیں کیں اگرچہ اس نے لجنۃ الدائمۃ کی طرف سے اس کی مذمت میں فیصلہ آجانے کے بعد اس الزام سے بچنے کی کوشش بھی کی اور اس وقت میں نے بھی دوستوں کی ایک مجلس میں جو اس سے اس کی کتاب کی وضاحت چاہ رہے اس پر واضح کیا کہ وہ اس کی کتاب میں مذکور مسائل کے متعلق اپنی رائے واضح کرے اور لوگوں کو دھوکہ دینا چھوڑ دے اس نے وعدہ کیا مگر وفا نہ کیا۔

عزیز قاری میں آپ کے اور اس رسالے کے درمیان حائل نہیں ہونا چاہوں گا جس نے یہ ثابت کردیا ہے کہ لجنۃ الدائمہ نے اپنے فتوے میں حلبی کی کتاب میں موجود مواد کے متعلق ہی گفتگو کی ہے جو سمجھ گیا وہ سمجھ گیا اور جو ناواقف رہا وہ ناواقف رہا۔

واللہ الموفق والهادی الی سواء السبیل، وصلی اللہ علی نبینا محمد.

کتبه : سعد بن عبداللہ بن عبدالعزیز آل حمید

اور اس میں جو مسلمانوں کے مابین ''عقیدہ الولاء'' کی مخالفت اور مکروہ جراءت اور مسلمانوں کے مابین دوستی کے رشتے کو ناپید کرنے کی سازش ہے وہ مخفی نہیں۔ ان کے اس فہم کی بنیاد سورۃ النحل کی یہ آیت:

﴿فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾(النحل:۴۳)

یعنی اگر تمہیں علم نہ ہو تو اہل علم سے پوچھ لو۔

ہے ان کی منطق یہ ہے کہ جس شخص کے پاس علم شرعی نہ ہو تو وہ عوام الناس میں سے ہوا لہٰذا اس پر فرض ہے ان اہل علم سے اپنا مذہب معلوم کرلے جو مدخلی کے طرز پر علم حدیث کے محقق ہوں۔ انہیں اس بات کا شعور نہیں کہ انہوں نے اس آیت کا صحیح مفہوم سمجھنے میں غلطی کی ہے کیونکہ اس آیت میں لفظ ''اِنْ'' (اگر) کی شرط ہے جو یہ وضاحت کرتی ہے کہ اس سے وہ علم مراد ہے جس کا حاصل کرنا مسلمان پر پہلے ہی واجب ہے اس سے بھی پہلے کہ وہ کسی کی تقلید کرے پھر اگر اس کا علم اس کے متبوع کے علم کی مانند نہ ہو تو اس پر یہ واجب ہے کہ علم حاصل کرے اور کسی کی صرف اس دعوی کی بناء پر اندھی تقلید نہ کرے کہ وہ ''اہل الحدیث'' یعنی حدیث کا عالم ہے سلفیت کے دعویداروں اور ان کے مقلدین نے اس اصطلاح کو ایک نیا معنی دیا ہے۔

⑦ یہ بات ذکر کرنا ضروری ہے کہ یہ فرقہ بدعتی فرقوں سے بہت مشابہ ہے بلکہ اس میں ان کے تمام اوصاف جمع ہیں اس بات کی تائید کے لئے چند نکات درج ذیل ہیں:

① اپنے پیروکاروں اور مریدوں کی تربیت میں یہ صوفیہ سے مشابہ ہیں اس طرح کہ صوفیہ جیسے

شیخ اورولی کہتے ہیں مدخلی اسے امام اورشیخ کہتے ہیں جس کی وہ بلاسوچے سمجھے اتباع کئے جاتے ہیں اور وہ انہیں اپنے مفروضہ ائمہ اوراپنے ہم خیال علماء کے علاوہ کسی کی بھی کتب پڑھنے سے روکتے ہیں جیسا کہ صوفیہ اپنے اصول ''جس نے اعراض کیا وہ الگ ہوگیا'' کے مطابق اپنے پیروکاروں کو اپنے شیخ کے طریقے کا پابند قرار دیتے ہیں۔

② دین کو سیاست سے لاتعلق کرنے میں یہ سیکولر افراد کی طرح ہیں اپنے پیروکاروں کو یہی جھانسہ دیتے ہیں کہ سیاست کو بااختیار امراء تک محدود کرنا واجب ہے اورتابعداروں کے لئے ان سے اختلاف کرنا یا ان پر تنقید یا ردّ کرنا قطعاً جائز نہیں (حلبی نے اپنے ایک قول میں مغربی نتائج کے بائیکاٹ کے متعلق گفتگو کی ہے اس معاملے کی طرف کسی بھی عربی حکومت نے اپنی جماعتوں کو دعوت دینے کی جراءت نہیں کی حلبی نے ہی یہ عذرتراشا ہے کہ عوام الناس مصلحت اور مفسدہ کے مفہوم کو نہیں جانتے وہ جانوروں کی مانند ہیں اگر معاملے کا تعلق سیاست سے تو کہتا ہے''پہلا نقطہ یہ ہے کہ ہم پر واجب ہے کہ ہم سیاسی بنیاد پر کئے جانے والے بائیکاٹ اور عقیدے اور دین کی بنیاد پر کئے جانے والے بائیکاٹ میں فرق کریں سیاسی بائیکاٹ سیاستدانوں کا کام ہے کیونکہ سیاسی معاملہ دشمنان دین کے ہاتھ میں ہے جسے وہ اٹھاتے جھکاتے رہتے ہیں اللہ ہی ان کو گھیرے گا تو سیاسی بائیکاٹ کی کوئی شرعی بنیاد نہیں ہوتی بلکہ اس کی بنیاد مصالح ومفاسد ہیں اور یہ امراء کی ذمے داری ہے جو مسائل سے خوب واقف ہوتے ہیں جبکہ عوام الناس اس بارے میں کچھ نہیں جانتے نہ زیادہ نہ کم''لاحول ولاقوۃ الا باللہ(www.maghrawi.net

③ یہ ان خوارج کے مانند بھی ہیں جنھوں نے اہل السنۃ کے خلاف تلواریں بے نیام کیں اور کفار ومنافقین کی حمایت کی جیسا کہ معلوم ہے یہ لوگ بھی داعیان حق کو کافر، ملحد، بدعتی، گئے گزرے لوگ اور نہ جانے کیا کیا قرار دیتے ہیں اور یہ حرام قرار دیتے ہیں کہ کسی حاکم کا ذکر برائی کے ساتھ کیا جائے یا اس پر کسی بھی طرح تنقید کی جائے اگر چہ وہ اللہ کے قوانین کے بدلے اس کے مخالف قوانین بنا کر لوگوں کو

اس کا پابند کردے جو اس کے مطابق چلے اسے انعام اور جو مخالفت کرے اسے قتل کردے یہ محض تنگ نظری اور ناقص مذہب ہے جس کے ذریعے وہ کلام اللہ کی مخالفت حقیقتاً بلا اختلاف جائز سمجھتے ہیں۔

✪ کڑوا پھل

اس طریق کار کا نتیجہ یہ نکلا کہ ان کے ہاتھوں ایک ایسی نسل نے جنم لیا جن کی فکر ناقص اور دل منحرف ہیں جو سنت کے دیگر متبعین کی قوت کو بھی گنا ہوں، نافرمانیوں اور کفر بواح کی جھاگ کے اس سیلابی ریلے میں داخل کر کے کمزور کر رہے ہیں اور ان چھوٹے بڑے مرجئہ کے ساتھ ٹکرانے کے ان کے عزم کو توڑ رہے ہیں چہ جائیکہ وہ اللہ کی دین کی نشر و اشاعت کا عزم کریں اور توحید کی اصل حقیقت اور دین خالص پر مسلمانوں کی تربیت کریں اس مدخلی نسل کی چند صفات درج ذیل ہیں:

① صوفیانہ تربیت پر اعتماد اور ولی اور مرشد کی تقلید پر اعتماد کر کے تربیت دینے کی بناء پر یہ کسی بھی موضوع پر مستقل غور و فکر نہیں کر سکتے۔

② یہ حق اور باطل میں فرق نہیں کر سکتے کیونکہ فطرت سلیمہ سے ہٹ چکے ہیں اور ان نو جوانوں کے ذہنوں میں یہ بیج بو دیا گیا ہے کہ وہ اپنے مشائخ کے فیصلہ جات سے بندھے رہیں انہوں نے ان کی عقلوں کو معطل کر دیا اور انہیں بدل کر صوفی اور مقلد بنا دیا۔

③ ایک مستقل احساس کے غیر کی پیروی کرنی ہے اسی کا سہارا لینا ہے اور وہ عقل جسے استعمال کرنے کی طرف اللہ نے متوجہ کیا اور مسلمانوں کو ''اولی الالباب'' عقلمند اور ''ذی حجر''، ''عقل والے'' اور جو اللہ کے کلام کو نہ سمجھ سکیں انہیں افلا یعقلون یعنی بے عقل قرار دیا اس عقل کو استعمال نہیں کرنا ان لوگوں نے اپنی اس مدخلی نسل کے نزدیک عقل کی اہمیت کو ختم کر کے انہیں کسی دلیل و حجت کے بغیر ہی مشائخ کے اقوال کا غلام بنا دیا اور مخالف قول کی طرف متوجہ ہونے سے بھی منع کر دیا۔

④ اطراف عالم میں مسلمانوں کی مشکلات کے احساس کو ختم کر دینا چھین لینا کیونکہ ان

مشکلات کا حل تو سیاسی عمل سے ممکن ہے جو انہوں نے امراء اور حکام کے ساتھ خاص کر دیا ان پر یہ واجب نہیں کہ اطراف عالم میں جو مسلمانوں کو قتل کریں یا سرزمین اسلام کو صبح وشام روندتے رہیں خواہ فلسطین ہو یا افغانستان، صومال ہو یا عراق اور مغربی مسلمان دارفور سوڈان میں اور اطراف عالم کے وہ تمام مقامات جہاں داعیان حق سرگرم ہیں ان سے کچھ بھی تعرض کریں گو یا وہ حدیث جس میں رسول ﷺ نے فرمایا تھا کہ:

اذا اشتكى منه عفو تداعت لى سائر الاعضاء بالسهر والحمى.

یعنی جب کوئی ایک عضو تکلیف میں ہو تو سارا جسم بیدار اور بخار زدہ رہتا ہے۔

یہ حدیث ان سنتوں میں سے نہیں جن کے مطابق مسلمان اپنی سیرتیں بناتے ہیں یہ بات بڑی واضح ہے کہ یہ سمت مسلمانوں کے مابین دوستی کے منافی ہے اور شارع کی اس دعوت کے خلاف ہے جس میں مومنوں سے دوستی اور ان کی مشکلات کا مقابلہ کرنے کی طرف دعوت ہے لیکن یہ مدخلی لوگ ان شرعی مقاصد کو قائم نہیں کر سکتے ان کی محدود نظر چند نصوص شرعیہ تک محدود ہے جن سے وہ کوئی نتیجہ نہیں نکالتے جس کی روشنی میں وہ اس ولاء (دوستی) کو کلی طور پر ردّ کر دیں۔

⑤ یہ مدخلی نسل شریعت اسلامیہ سے خارج حکومت کو راہیں اور وسائل مہیا کرتی ہے کہ وہ اپنی سرکشی میں لگی رہے اور اللہ کے احکامات اور قوانین کی جگہ وضعی قوانین پر عمل پیرا رہے جب وہ حکومت میں ہیں تو وہی حاکم ہوئے اور جب وہ حاکم ہوئے تو ان کی اطاعت بھی واجب ہوئی خواہ اللہ کے قانون کے مقابل قانون بنائیں خواہ ظلم، نافرمانی، چوری کریں لوٹ مچائیں۔

⑥ یہ سرگرمیاں جو علم الرجال یا علم الجرح والتعدیل کے نام پر کی جاتی ہیں (جن سے درحقیقت ان کا کوئی تعلق نہیں ہے) ان سرگرمیوں نے اس مدخلی نسل کو ایسا بنا دیا ہے کہ وہ علماء کے ساتھ ذلت اور تحقیر آمیز رویے اختیار کرتے ہیں البتہ ان کے اپنے شیوخ اس سے مستثنیٰ ہیں اور داعیان حق کو بڑی دیدہ دلیری سے گالیاں دیتے ہیں خود کو ان سے برتر سمجھتے ہیں شاید اسی لئے اپنے مخالفین کو گالیاں دینا

ان کے لئے معمولی کام ہے گالی دینے والا جسے گالی دے لامحالہ خود کو اس سے برتر ہی سمجھتا ہے اگر کوئی لاشعور بچہ گالی دے تو اس کے پاس علم نہیں ہوتا لیکن عالم جس نے اپنی زندگی دعوت وعلم میں گزار دی وہ تو شعور و تجربہ رکھتا ہے اسی بناء پر تو عالم کے منصب پر فائز ہوتا ہے کیا وہ جرح وتعدیل نہیں کرتا؟ کیا وہ یحییٰ بن معین اور ابن قطان کا وارث نہیں؟ کیا اسے اس کے مشائخ نہیں اکساتے کہ وہ سید قطب رحمہ اللہ اور مودودی رحمہ اللہ وغیرہ داعیان حق کو گالیاں دے مدخلی فکر کا نتیجہ یہ بگڑی ہوئی نسل جسد اسلام میں ایک کانٹا چبھ کر رہ گئی ہے جو سیکولر جراثیم اور صوفیہ کے امراض حاکم کی حمایت اہل کتاب کے سرکش سے مدد حاصل کر رہا ہے۔

اہل علم نے جو کبار بدعتیوں کی توبہ کا عذر پیش کیا ہے ہم اسے تسلیم کرتے ہیں لیکن اس کتاب میں موجود وضاحتوں سے ہم امید کرتے ہیں کہ ان کے ذریعے ہم ان کے اثرات گھٹا دیں گے ان کے مضرات محدود کر دیں گے اور اللہ کے دربار میں یہ عذر پیش کر سکیں گے کہ ہم نے ان کے اور ان کے متبعین کے سامنے حق کا پرچار کر دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ مومنوں کا مددگار رہے۔

چوتھی فصل

بنیادی قواعد سے اختلاف

① ایمان کے متعلق نظریہ اہل السنۃ

یہ بات معروف و متعین ہے کہ ایمان قول و عمل دونوں کا نام ہے جو بڑھتا گھٹتا ہے ایسے ہی قول دل اور زبان دونوں کا ہوتا ہے نیز عمل بھی دل اور زبان اور دیگر اعضاء کا ہوتا ہے اور یہ بات بھی متعین ہے کہ کمی وزیادتی قول و فعل کی ان تمام اقسام میں واقع ہوتی ہے اور عمل ایمان کے لئے شرط صحت ہے نہ کہ شرط کمال عمل ایمان کے ارکان میں نہ کہ شروط میں سے احناف نے اہل السنۃ کی اس سلسلے میں مخالفت کی اور کہا کہ عمل شرط کمال ہے اور عمل کے بغیر بھی ایمان مطلقاً مکمل ہوجاتا ہے (ہم نے اپنی کتاب ''حقیقۃ الایمان'' میں اس موضوع پر سیر حاصل بحث کی ہے اسے ملاحظہ کرلیا جائے) ایمان کو اس زاویہ نگاہ سے دیکھنے کا نتیجہ یہ نکلا کہ عمل یا جنس عمل کو بالکل ہی چھوڑ دیا گیا اور اس سے ایمان میں بھی کوئی کمی واقع نہیں ہوتی کیونکہ جب عمل کا حقیقت ایمان سے کوئی تعلق ہی نہیں رہا تو عمل کو بالکل ترک کردینے سے ایمان کا ترک کس طرح لازم آئے گا شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی کتب اس کی مخالفت میں بھری پڑی ہیں (عمل کے ترک سے ایمان میں کیا فرق آتا ہے اس کے لئے ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی کتاب ''الایمان الاوسط'' ملاحظہ ہو) یہاں ہمارا یہ مقصد نہیں کہ ہم ان نکات کا ردّ کریں جو مدخلیوں نے مسئلہ ایمان کے متعلق پیش کئے ہیں بلکہ صرف ان مقامات کو بیان کرنا ہے جس میں اہل السنۃ والجماعۃ کے مخالف ہیں جب انہوں نے یہ دیکھا کہ اہل السنۃ کا یہ عقیدہ معروف ہے کہ ایمان قول و عمل کا نام ہے جو کہ زیادہ ہوتا ہے تو جھوٹ بولنے لگے اور یہ گمان کرنے لگے کہ بنیاد تو اسی قول کو بنالیں مگر استدلال البانی رحمہ اللہ کے

اقوال سے کریں جبکہ اہل علم جانتے ہیں کہ درحقیقت اس بارے میں البانی کا قول وہی ہے جو احناف کا ہے (ملاحظہ ہو ''حقیقة الایمان عندالشیخ الالبانی'' از ڈاکٹر محمد ابورحیم نیز ''ظاہرة الارجاء'' از سفر الحوالی) اس بات کا مجرد دعویٰ کہ ایمان قول وعمل کا نام ہے کم زیادہ ہوتا ہے یہ اہل السنة والجماعة کی موافقت نہیں کہلائے گا بلکہ جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں کہ اصل مقصود یہ ہے کہ کمی زیادتی ہوتی ہے اور عمل صحت ایمان کے لئے شرط ہے اور یہ شرط دل زبان اور دیگر اعضاء تمام کے عمل پر برابر جاری ہوتی ہے۔

② احناف اور عقیدہ ایمان

احناف کے اس عقیدے کا نتیجہ یہ نکلا کہ ان کے علماء نے بہت سے ایسے اعمال میں تشدد اختیار کیا جس کے مرتکب کو وہ کافر سمجھتے تھے اور تکفیر کے باب میں سب کو پیچھے چھوڑ دیا یہ ان کے ایک عمل سے متعلق اس موقف کا ردّ عمل ہے جس کی بناء پر ان کو بہت سے اہل السنة نے ''مرجئہ اہل السنة'' قرار دیا اس بارے میں ایمان اور عمل کے مابین فرق کرنے کے نتائج جاننے کے لئے ملاعلی القاری الحنفی کی کتاب ''الفقہ الاکبر'' ملاحظہ ہو انہوں نے عید نوروز کے موقع پر کسی مجوسی کو بطور تحفہ انڈہ دینے کو بھی کفر قرار دیا ہے لیکن عجیب بات یہ ہے کہ مدخلیہ احناف کے مخالف ہیں پھر بھی مدخلیہ پر احناف کا مرجئہ کے عقیدے کے متعلق موقف اثر انداز نہیں ہوسکا وہ ارجائیت میں بلاتحقیق داخل ہوگئے اور اس کے نتائج کی کچھ پرواہ نہ کی بعد میں مدخلی مرجئی کا ایک مقالہ اس کی ویب سائٹ پر شائع ہوا جس کا عنوان تھا کہ ''جو کہتا ہو کہ ایمان اصل اور فرع کا نام ہے اسے مرجئہ قرار دینا جائز نہیں'' لیکن تعریف کے لائق ہے وہ ذات جس نے مدخلی سے ایسی بات کہلوادی جس بات نے اس کے اپنے شاگردوں کو مجبور کردیا کہ وہ اس سے اور خود سے اس قول کی نفی کریں کہ ''ایمان میں عمل داخل نہیں بلکہ یہ ایمان کو مکمل کرتا ہے ایمان کی اصل نہیں ہے'' یہ مضمون تو ہم نے اس کے خلاف ثابت ہوتے دیکھ لیا اس مریض نے بعض ائمہ اہل السنہ

جیسے ابن مندہ اور منذری کے قول کہ ''ایمان اصل اور فرع کا نام ہے'' پر تعلیق لکھی ہے اور فرع کو عمل اور اصل کو ایمان پر محمول کیا ہے لیکن اس بات سے اندھا ہے کہ ان ائمہ کا مقصد یہ ہے کہ ایمان دل اور عمل دونوں کا نام ہے اور اصل اور فرع ایمان کی تعریف میں داخل ہیں تو لفظ فرع یہاں لغوی معنی میں ہے یعنی عمل کی بنیاد وہ ہے جو دل میں ہے یعنی ایمان لیکن ہیں یہ دونوں ہی ایمان شریعت کی اصطلاح کے مطابق لیکن کیا کیا جائے یہ شخص علم اصول و دیگر شرعی علوم سے کوسوں دور ہے البتہ بعض اصطلاحات حدیث سے کچھ تعلق رکھتا ہے لیکن اس کے علمی رتبے اور سند فراغت سے دھوکہ نہ کھائیں اس کے ان عیوب کی حقیقت کو بھی ہم عنقریب بیان کردینگے۔

③ کفریہ عمل یا کفر عملی

(اس موضوع کی تفصیل میں ہماری کتاب ''حقیقۃ الایمان'' ملاحظہ ہو)۔ان مدخلیہ پر ''کفریہ عمل اور کفر عملی'' کے مابین فرق کرنا دشوار ہوگیا ہے یہاں ہم اس نکتے میں تفصیل سے نہیں لکھیں گے اس کی تفصیل ہم اپنی کتاب ''حقیقۃ الایمان'' میں کرچکے ہیں البتہ یہ اشارہ کرنا پسند کریں گے کہ کفریہ عمل سے مراد ہے کہ محض عمل سے ہی کفر ہوجائے جحود یا تکذیب کے بغیر جبکہ کفر عملی سے کفر اصغر مراد ہے جس کے مرتکب کا نام سنت میں کافر ہے جیسے بھاگا ہوا غلام، شوہر کی ناشکری کا کفر اور مسلمان کا مسلمان سے لڑنا، اس کے کفر اکبر ہونے کے لئے اہل السنۃ جحود یا استحلال کی شرط لگاتے ہیں۔کفریہ عمل کی مثال اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ لَيَقُولُنَّ إِنَّمَا كُنَّا نَخُوضُ وَنَلْعَبُ قُلْ أَبِاللَّهِ وَآيَاتِهِ وَرَسُولِهِ كُنتُمْ تَسْتَهْزِئُونَ، لَا تَعْتَذِرُوا قَدْ كَفَرْتُم بَعْدَ إِيمَانِكُمْ﴾(التوبۃ:٦٥)

یعنی اور اگر آپ ان سے پوچھ لیں تو یقیناً یہی کہیں گے کہ ہم تو محض موج مستی کررہے تھے کہہ دیجئے کیا تم اللہ، اس کی آیات، اس کے رسول کے ساتھ استہزاء کرتے ہو کوئی

عذر نہ تراشو تم ایمان لانے کے بعد کفر کر چکے ہو۔

اس واقعے میں اللہ تعالیٰ نے صراحت کردی کہ ان تین افراد کا عمل یعنی موج مستی ہی کفر کا ذریعہ بن گیا حالانکہ وہ قسم اٹھا کر کہہ رہے تھے کہ اس سے ان کا مقصد شر یا استحلال یا جحود نہ تھا لیکن اللہ نے اسے ردّ کردیا اور نفس عمل کو ہی کفر اکبر قرار دیا جس نے ایمان کو ساقط کردیا یعنی کفریہ عمل (واقعہ کی تفصیل،تفسیر طبری،تفسیر ابن کثیر،تفسیر اضواء البیان للشنقیطی وغیرہ تفاسیر میں ملاحظہ کریں)

عقیدے سے متعلق ایک سوال اور اس کا جواب

سوال جب ہم سے یہ کہا جائے کہ بت کو سجدہ کرنا،قرآن کی توہین کرنا،رسول اللہ ﷺ کو گالی دینا ،دین کا مذاق اڑانا ایسے ہی دیگر اعمال یہ سب بظاہر کفر عملی ہیں دین سے خارج نہیں کرتے اور تم بھی اس کفر اصغر کو عملی ہی جانتے ہو؟

جواب جان لیجئے کہ چاروں اعمال اور ان جیسے دیگر اعمال کفر اصغر نہیں ہیں سوائے اس کے کہ ان کا صدور بظاہر اعضاء کے ذریعے ہی ہوتا ہے لیکن یہ دل کے اعمال یعنی نیت ،اخلاص،محبت،اطاعت وغیرہ کو بالکل ہی ختم کردیتے ہیں اس کے ساتھ ان میں سے کچھ باقی نہیں رہتا چنانچہ یہ اگر بظاہر عمل ہیں لیکن لامحالہ کفر اعتقادی کو متضمن ہیں اور یہ اعمال منافق بے دین اور معاندہٹ دھرم کے علاوہ کسی اور سے صادر نہیں ہوسکتے یہی وجہ ہے غزوہ تبوک میں منافقین کے ایسے اعمال کے متعلق کہا گیا:

﴿وَ لَقَدْ قَالُوْا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَ كَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ وَهَمُّوْا بِمَا لَمْ يَنَالُوْا﴾(التوبة:٧٤)

یقیناً انہوں نے کلمہ کہا اور اسلام لانے کے بعد کفر کیا اور اس کام کا قصد کیا جو پورا نہ کرسکے۔

حالانکہ جب ان سے استفسار کیا گیا تو انہوں نے کہا’’،،یعنی ہم تو موج مستی کررہے تھے۔

اس کے ردّ میں اللہ نے فرمایا:

﴿ قُلۡ اَبِاللّٰہِ وَاٰیٰتِہٖ وَ رَسُوۡلِہٖ کُنۡتُمۡ تَسۡتَہۡزِءُوۡنَ، لَا تَعۡتَذِرُوۡا قَدۡ کَفَرۡتُمۡ بَعۡدَ اِیۡمَانِکُمۡ ﴾(التوبة:٦٥)

کہہ دیں کیا تم اللہ، اس کی آیات، اس کے رسول کے ساتھ استہزاء کرتے ہو کوئی عذر پیش نہ کرو یقیناً تم ایمان لانے کے بعد کفر کر چکے ہو۔

نیز ہم کفر اصغر کو مطلقاً عملی نہیں کہتے بلکہ صرف اسے عملی کہتے ہیں جو اعتقاد کو مستلزم نہ ہو یا دل کے قول وعمل کا اعتبار ختم کرنے والا نہ ہو۔ نیز ملاحظہ ہو'' درالفتنة عن اهل السنة از علامہ فضیلۃ الشیخ بکر ابوزید رحمہ اللہ '' ایسے ہی اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان:

﴿ اَلَمۡ تَرَ اِلَی الَّذِیۡنَ یَزۡعُمُوۡنَ اَنَّہُمۡ اٰمَنُوۡا بِمَاۤ اُنۡزِلَ اِلَیۡکَ وَ مَاۤ اُنۡزِلَ مِنۡ قَبۡلِکَ یُرِیۡدُوۡنَ اَنۡ یَّتَحَاکَمُوۡۤا اِلَی الطَّاغُوۡتِ وَ قَدۡ اُمِرُوۡۤا اَنۡ یَّکۡفُرُوۡا بِہٖ وَ یُرِیۡدُ الشَّیۡطٰنُ اَنۡ یُّضِلَّہُمۡ ضَلٰلًۢا بَعِیۡدًا ﴾(النساء:٦٠)

کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو یہ زعم رکھتے ہیں کہ وہ اس پر ایمان لا چکے ہیں جو آپ کی طرف نازل کیا گیا اور آپ سے پہلے کی طرف نازل کیا گیا وہ چاہتے ہیں کہ طاغوت کے پاس فیصلہ کروائیں حالانکہ انہیں حکم دیا گیا ہے کہ وہ اس کے ساتھ کفر کریں اور شیطان انہیں دور کی گمراہی میں لا پھینکنا چاہتا ہے۔

اس آیت میں اللہ نے صراحت فرمادی کہ جو قرآن وسنت کے علاوہ کسی اور کے پاس حکم کے لئے جائے اور اس وقت اس کا یہ زعم ہو کہ اس کے دل میں اللہ پر ایمان موجود ہے مگر اللہ نے فیصلہ فرمادیا کہ یہ صرف زعم ہی ہے حقیقت حال اس کی تائید نہیں کرتی بلکہ اس کی مخالفت کرتی ہے چنانچہ اگر کوئی کہے کہ: لیکن جو اللہ کے نازل کردہ حکم کے بغیر کسی اور قانون، دستور، اصول کے ذریعے حکومت کرے اس کا پابند رہے وہ اپنی زبان سے اقرار تو کرتا ہے کہ وہ مسلمان ہے تو وہ اپنے اس دعوے میں جھوٹا ہے یہ زعم

کررہا ہے کہ جوشہادت اللہ کے لئے دینی چاہیئے وہ غیراللہ کے لئے دے رہا ہے۔اس آیت میں ایسی کوئی دلالت نہیں ہے جواس عمل کواعتقاد کے ساتھ مربوط کرتی ہونہ اجمالاً نہ تفصیلاً۔علامہ امام الشیخ محمد بن ابراہیم سابق مفتی اعظم سعودیہ اپنے فتاوی کے مجموعہ میں فرماتے ہیں:

''اللہ تعالٰی کا یہ فرمان ''یزعمون'' یعنی وہ زعم کررہے ہیں'' ان کے دعوی ایمان کی تردید ہے کیونکہ نبی ﷺ کی لائی ہوئی شریعت کے علاوہ کسی اور سے حکم کروانا یہ عمل کسی بھی حالت میں بندے کے دل میں ایمان کے ساتھ یکجا ہو ہی نہیں سکتا بلکہ ان میں سے ہر ایک دوسرے کی نفی کرتا ہے۔اور طاغوت طغیان یعنی سرکشی سے مشتق ہے یعنی حد سے تجاوز کرنا تو ہر وہ شخص جو اللہ کے نبی ﷺ کی لائی ہوئی شریعت کے علاوہ کسی کو بھی حاکم بنائے یا اس کی طرف حکم لے کر جائے اس نے طاغوت کو حاکم بنایا یا اس کی طرف حکم لے کر گیا......''

④ اہل السنۃ اور خوارج کے مابین فرق

ہم یہ بتانا ضروری سمجھتے ہیں کہ بدعتی لوگ نوجوانوں کو یہ دھوکہ دے رہے ہیں کہ یہ خوارج کا قول وعقیدہ ہے وہ گناہ کی بناء پر تکفیر کرتے ہیں واللہ ان کے اس دعوے میں رتی برابر بھی سچائی نہیں ہے خوارج متفق علیہ معصیت کے مرتکب کو کافر کہتے ہیں جیسے زنا، چوری ،قتل ،شراب نوشی ،اجنبی عورت کو دیکھنا جبکہ اہل السنۃ والجماعۃ متفق ہیں کہ یہ معاصی یعنی نافرمانیاں ہیں البتہ اللہ کے نازل کردہ حکم کے علاوہ کو قانون ،دستور بنانا اسکا پابند ہونا اس بارے میں اہل السنۃ والجماعۃ اور سلفیت کے دعویداروں کے مابین اختلاف ہے سلفیت کے دعویداروں کا اسے ابتداء ان کے (مبتدعین) تمام دلائل معصیت ہی ہوتے ہیں پھر یہ ثابت ہوتا ہے کہ معصیت کا ارتکاب کفر نہیں ملت سے خارج نہیں کرتا یہ ایسا غلط قاعدہ ،ٹیڑھی منطق ہے جوشریعت سے ادنٰی واقفیت رکھنے والے کی عقل میں کبھی نہیں سما سکتی۔

⑤ سورۃ المائدہ کی بحث ﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ

هُمُ الْكٰفِرُوْنَ ﴾یعنی جو اللہ کے نازل کردہ کے مطابق حکم نہ کریں تو یہی لوگ کافر ہیں

توحید کی بنیاد اللہ کے آگے سر تسلیم خم کر لینے، اس کی اطاعت کرنے اور اس کے اوامر و مناہی کو قبول کرنا ہے لا الٰہ الا اللہ کا بھی یہی تقاضا ہے کوئی بھی مسلمان حالت اسلام میں اس کی مخالفت نہیں کر سکتا توحید عبادت اور توحید الوہیت کا تقاضا یہی ہے کیونکہ جس نے پیدا کیا وہ حکم کرتا ہے:

﴿أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ﴾

یعنی: خبردار مخلوق اور حکم اس کے ہیں۔

اور جو حکم ماننا بالکل ہی چھوڑ دے بالکل اس طرح ہے جس طرح یہ اعتقاد چھوڑ دے کہ وہ مخلوق ہے اور قرآن میں حکم کو اللہ کی طرف لوٹانے کے بے شمار دلائل ہیں اللہ تعالیٰ نے سورۃ الانعام میں توحید عبادت (حکم، دوستی، عبادات) کی بنیادیں مقرر کرتے ہوئے فرماتا ہے:

﴿افَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْتَغِىْ حَكَمًا﴾(الانعام:٤٣)

یعنی: کیا میں اللہ کے سوا کوئی حاکم ڈھونڈ لوں۔

﴿قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَتَّخِذُ وَلِيًّا﴾(الانعام:٤٣)

یعنی: کہہ دیجئے کیا میں اللہ کے سوا دوست بنا لوں۔

﴿ قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْغِىْ رَبًّا﴾(الانعام:١٦٤)

یعنی: کہہ دیجئے کیا میں اللہ کے علاوہ کو رب مان لوں۔

﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ﴾(المائدہ:٤٤)

یعنی: جو اللہ کے نازل کردہ کے ذریعے حکم نہ کریں تو یہی لوگ ہی کافر ہیں۔

﴿ وَ مَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ﴾(المائدہ:٤٥)

یعنی: جولوگ اللہ کے نازل کردہ کو حاکم نہ بنائیں تو یہ لوگ ہی ظالم ہیں۔

﴿وَ مَنۡ لَّمۡ یَحۡکُمۡ بِمَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰہُ فَاُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡفٰسِقُوۡنَ﴾(المائدہ:۴۷)

یعنی: جو اللہ کے نازل کردہ کے مطابق فیصلہ نہ کریں تو یہی لوگ فاسق ہیں۔

﴿وَ اَنِ احۡکُمۡ بَیۡنَہُمۡ بِمَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰہُ وَ لَا تَتَّبِعۡ اَہۡوَآءَہُمۡ وَ احۡذَرۡہُمۡ اَنۡ یَّفۡتِنُوۡکَ عَنۡۢ بَعۡضِ مَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰہُ اِلَیۡکَ فَاِنۡ تَوَلَّوۡا فَاعۡلَمۡ اَنَّمَا یُرِیۡدُ اللّٰہُ اَنۡ یُّصِیۡبَہُمۡ بِبَعۡضِ ذُنُوۡبِہِمۡ وَ اِنَّ کَثِیۡرًا مِّنَ النَّاسِ لَفٰسِقُوۡنَ﴾(المائدہ:۴۹)

یعنی: ان کے درمیان اللہ کے نازل کردہ کے ذریعے فیصلہ کر اور ان کی خواہشات پر مت چل ان سے بچ کر رہ کہ وہ تجھے اللہ کے تیری طرف نازل کردہ کے کچھ حصے کے متعلق فتنے میں ڈال دیں پھر اگر وہ پلٹ جائیں تو یقین کر لے کہ درحقیقت اللہ انہیں ان کے گناہوں کی سزا دینا چاہتا ہے اور لوگوں کی اکثریت فاسق ہے۔

﴿اَفَحُکۡمَ الۡجَاہِلِیَّۃِ یَبۡغُوۡنَ وَ مَنۡ اَحۡسَنُ مِنَ اللّٰہِ حُکۡمًا لِّقَوۡمٍ یُّوۡقِنُوۡنَ﴾(المائدہ:۵۰)

یعنی: کیا وہ جاہلیت کا حکم ڈھونڈ رہے ہیں جبکہ یقین کرنے والوں کے لئے اللہ سے بڑھ کر حکم میں کون اچھا ہوسکتا ہے؟

﴿اَلَمۡ تَرَ اِلَی الَّذِیۡنَ یَزۡعُمُوۡنَ اَنَّہُمۡ اٰمَنُوۡا بِمَاۤ اُنۡزِلَ اِلَیۡکَ وَ مَاۤ اُنۡزِلَ مِنۡ قَبۡلِکَ یُرِیۡدُوۡنَ اَنۡ یَّتَحَاکَمُوۡۤا اِلَی الطَّاغُوۡتِ وَ قَدۡ اُمِرُوۡۤا اَنۡ یَّکۡفُرُوۡا بِہٖ وَ یُرِیۡدُ الشَّیۡطٰنُ اَنۡ یُّضِلَّہُمۡ ضَلٰلًۢا بَعِیۡدًا﴾(النساء:۶۰)

یعنی: کیا تو نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو یہ گمان رکھتے ہیں کہ وہ ایمان لا چکے ہیں اس پر جو تیری طرف نازل کیا گیا اور تجھ سے پہلے نازل کیا گیا چاہتے ہیں کہ طاغوت کے پاس فیصلہ لے کر جائیں حالانکہ انہیں حکم دیا گیا ہے کہ اس کے ساتھ کفر کریں اور

شیطان انہیں دور کی گمراہی میں لا پھینکنا چاہتا ہے۔

﴿اِنِ الۡحُکۡمُ اِلَّا لِلّٰہِ اَمَرَ اَلَّا تَعۡبُدُوۡۤا اِلَّاۤ اِیَّاہُ ذٰلِکَ الدِّیۡنُ الۡقَیِّمُ وَ لٰکِنَّ اَکۡثَرَ النَّاسِ لَا یَعۡلَمُوۡنَ﴾(یوسف:۴۰)

یعنی: حکم صرف اللہ ہی کا ہے اس نے حکم دیا کہ تم صرف اس کی ہی عبادت کرو یہی درست دین ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

﴿اَلَا لَہُ الۡخَلۡقُ وَ الۡاَمۡرُ تَبٰرَکَ اللّٰہُ رَبُّ الۡعٰلَمِیۡنَ﴾(الاعراف:۵۴)

یعنی: خبردار اس کے لئے ہے مخلوق اور حکم بابرکت ہے اللہ جہانوں کا رب۔

﴿فَلَا وَ رَبِّکَ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ حَتّٰی یُحَکِّمُوۡکَ فِیۡمَا شَجَرَ بَیۡنَہُمۡ ثُمَّ لَا یَجِدُوۡا فِیۡۤ اَنۡفُسِہِمۡ حَرَجًا مِّمَّا قَضَیۡتَ وَ یُسَلِّمُوۡا تَسۡلِیۡمًا﴾(نساء:۶۵)

یعنی: آپ کے رب کی قسم وہ مومن نہیں ہوسکتے جب تک آپ کو اپنے اختلاف میں حاکم نہ مان لیں پھر اپنے دل میں تنگی محسوس نہ کریں اور پوری طرح قبول کرلیں۔

﴿اِتَّخَذُوۡۤا اَحۡبَارَہُمۡ وَ رُہۡبَانَہُمۡ اَرۡبَابًا مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ وَ الۡمَسِیۡحَ ابۡنَ مَرۡیَمَ وَ مَاۤ اُمِرُوۡۤا اِلَّا لِیَعۡبُدُوۡۤا اِلٰـہًا وَّاحِدًا لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ سُبۡحٰنَہٗ عَمَّا یُشۡرِکُوۡنَ﴾(توبۃ:۳۱)

یعنی: انہوں نے اپنے علماء اور درویشوں کو اللہ کے سوا رب بنالیا اور مسیح ابن مریم کو بھی حالانکہ انہیں حکم دیا گیا کہ ایک ہی معبود کی عبادت کریں اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ ان کے شرک سے پاک ہے۔

یہ تین طرح کی بنیادیں ہوئیں:

① اللہ کی شریعت کو حاکم بنانا۔

② دوستی صرف اللہ کے لئے۔

③ عبادات اور شعائر صرف اللہ کے لئے (جیسے نماز، روزہ وغیرہ شعائر)

یہی وہ توحید ہے جس کے دلائل قرآن میں اول تا آخر پھیلے ہوئے ہیں اور کوئی یہ نہ کہے کہ تم یہ تقسیم کہاں سے لے آئے جبکہ اللہ نے اس کی کوئی دلیل نہیں اتاری ہم کہیں گے کہ معاملہ صرف تقسیم کا نہیں ہے احاطے اور شامل کرنے کا ہے ان تینوں معانی کا عموم اور دلالت توحید کے منافی نہیں ہے اور مسلّم اور سالم ہیں اور تمام قواعد کے بنیادی قاعدے اور اصل الاصول (یعنی توحید) کے ذریعے مقبول اور فیصل ہیں اور قواعد عامہ دو طرح ثابت ہوتے ہیں جیسا کہ شاطبی رحمہ اللہ نے وضاحت فرمائی ہے:

❀ جب نصوص درج ذیل طریقوں سے وارد ہوں:

① معرف باللام ہو مثلاً فرمان باری تعالیٰ: ﴿وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوا أَيْدِيَهُمَا جَزَاءً بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللَّهِ﴾ یعنی: چور اور چورنی دونوں کے ہاتھ کاٹ دو ان کے کیے کی سزا ہے اللہ کی طرف سے عبرت ہے۔

② معرف بالاضافہ ہو جیسے فرمایا: ﴿لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَيَيْنِ﴾ یعنی: ایک مرد کے لئے دو عورتوں کے حصے کے برابر ہے۔

③ شرط کے الفاظ ہوں جیسے فرمایا: ﴿فَمَن شَهِدَ مِنكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ﴾ یعنی: تم سے جو اس مہینے میں حاضر ہو وہ اس کا روزہ رکھے۔

④ اسماء موصولہ آئیں جیسے فرمایا: ﴿وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا يَتَرَبَّصْنَ بِأَنفُسِهِنَّ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا﴾ یعنی: تم سے جو مرد فوت کردیئے جائیں اور بیویاں چھوڑیں وہ چار ماہ دس دن اپنے نفسوں کو روکے رہیں۔

⑤ نفی کے سیاق میں نکرہ آئے جیسے فرمایا: ﴿لَا يَسْخَرْ قَومٌ مِّن قَوْمٍ﴾ یعنی: کوئی قوم کسی قوم کا مذاق نہ بنائے۔

⑥ شرط کے سیاق میں نکرہ آئے جیسے فرمایا: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ

فَتَبَيَّنُوا﴾ یعنی: اگر تمہارے پاس کوئی فاسق خبر لائے تو تحقیق کرلو۔

⑦ جس سے پہلے لفظ کُلّ آئے جیسے فرمایا: ﴿كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِينَةٌ﴾ یعنی: ہر شخص اپنے کئے کے ساتھ بندھا ہے۔ یا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: كل المسلم على المسلم حرام. یعنی ہر مسلمان ہر مسلمان پر حرام ہے۔ ایسے ہی دیگر مثالیں جس میں مذکورہ صیغے اسی طرح آئیں۔

بقول جمہور عموم کے کچھ معتبر صیغے ہیں اور آپ لفظ معین سے عام معنی مراد لے سکتے ہیں مرجئہ اور اکثر اشاعرہ اس کے خلاف ہیں وہ عموم کے صیغے نہیں قرائن مانتے ہیں اور لغت وشرع کے ذریعے ان کے خلاف حجت قائم ہے جیسے آپ ﷺ نے عمرو بن عاص کو تیمّم کے موضوع پر فرمایا: ﴿وَلَا تَقْتُلُوا أَنفُسَكُمْ﴾ یعنی اپنی جانیں قتل نہ کرو (یعنی جب جان کا خوف ہو تو تیمّم کرلو)۔

معنی کے مختلف استعمالات کو تلاش کرنا یہاں تک کہ ایک ایسا کلی عام معنی حاصل ہو جائے جو عموم میں کئی صیغوں کے قائم مقام ہو درست وہی ہے جس کی وضاحت شاطبی نے کی ہے کہ عموم کے اثبات کا یہ طریقہ مختلف صیغہ واردہ سے ایک معنی حاصل کرنے کی بنسبت بہتر ہے جبکہ کوتاہ نظر ایسا نہیں سمجھتی کیونکہ بہت سے مقامات اور مکرر جزئیات سے ایک معنی حاصل کرنا اس معنی کے کسی ایک صیغے میں یا جزئی میں وارد ہونے کی بنسبت زیادہ قوی ہے اسی طرح اجماع اور تواتر ہوتا ہے اسی لئے علماء اسے تواتر معنی کہتے ہیں اور یہ معنی سلفیت کے ان دعویداروں پر مخفی ہے جو شریعت کو مختلف غیر مربوط جزئیات قرار دیتے ہیں یہ ایک کے بعد ایک دلیل پر چڑھتے ہیں اور ادلہ جس کو غلط قرار دیں اسے صحیح سمجھ لیتے ہیں اور ادلہ کے تواتر میں جو ایک معنی قوی ہے اس کی طرف نظر نہیں کرتے اللہ کے نازل کردہ کے بغیر حکم کرنے کے مسئلے میں بھی یہی طرز عمل دلیل ہے ایسی آیات متواتر ہیں جن میں یہ ہے کہ حکم صرف اکیلے اللہ کا ہے، دوستی صرف اکیلے اللہ کے لئے ہے، عبادات صرف اکیلے اللہ کی ہیں۔ یہی طرز ان امور کو اصل الاصول بنا کر تواتر معنوی کے رتبے پر فائز کردیتا ہے خواہ کوئی سبب نزول اور لغوی اختلافات کی بناء پر اس معنی عام کو محال بنانے کی کتنی ہی کوشش کرلے۔

اب ہم چند نقاط بیان کریں گے کہ اہل السنۃ والجماعۃ سورہ مائدہ کی آیت کس طرح لیتے ہیں:

① عموم اپنے لفظ پر باقی رہتا ہے اگرچہ مقرر آئے اور متعین ہو جائے۔ شاطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: دوسرا اصول علمیہ میں ثابت ہے کہ کوئی بھی قاعدہ کلیہ یا دلیل شرعی کلی اگر کئی مقامات پر مکرر آئے اور اس کے اصولی یا فروع معانی پر شواہد ہوں اور کوئی قید یا تخصیص اس کے تکرار اور تعین کے اعادے کے باوجود اس کے ساتھ ملی نہ ہو تو یہ اس کے لفظ کے مقتضی عموم پر دلیل ہے جیسا کہ فرمایا:

﴿وَلَا تَزِرُوَا وَازِرَةٌ وِزرَ أُخرَىٰ﴾

یعنی کوئی کسی کا بوجھ نہیں اٹھانے کا۔

نیز

﴿وَأَنَّ لَيسَ لِلإِنسَانِ اِلَّا مَا سَعَىٰ﴾

یعنی انسان کے لئے وہی ہے جس کی وہ کوشش کرے۔ وغیرہ امثلہ۔(الاعتصام)

② ''مَنْ'' (کون، جو) سیاق نفی میں عموم کا فائدہ دیتا ہے، جیسا کہ اس آیت میں ہے:

﴿وَ مَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ﴾

یعنی جو اللہ کے نازل کردہ کے مطابق حکم نہ کریں۔

یہاں ''مَــــنْ'' مطلق عموم کا فائدہ دے رہا ہے اور اس سے کوئی مستثنیٰ بھی نہیں ہے جیسا کہ استثناء سورۃ البقرہ کی اس آیت میں موجود ہے فرمایا:

﴿فَمَنْ شَرِبَ مِنْهُ فَلَيْسَ مِنِّىْ......اِلَّا مَنِ اغْتَرَفَ غُرْفَةً بِيَدِهِ﴾

یعنی: جس نے اسے پی لیا وہ مجھ سے نہیں سوائے اس کے جو اپنے ہاتھ سے چلو بھر لے۔

یعنی جو سیر ہو کر پیئے گا وہ موسیٰ کا ساتھی نہیں پھر اس سے اس شخص کو مستثنیٰ کر دیا جو چلو بھر لے جیسا کہ لغوی شواہد سے ثابت ہے مقصد یہ ہے کہ قرآن میں آیت مائدہ استثناء نہ متصلاً ثابت ہے نہ منفصلاً بلکہ

مقرر اور متعین عمومات سے اس کے برعکس ثابت ہے۔

③ قرآن میں لفظ ''یحکم'' (حکم (نہ) کرے) اس کا مصدر ''حکم'' ہے اور علم اصول میں حکم کہتے ہیں: ''شارع کا خطاب تمام مکلفین سے اقتضاء، تخییر، وضع کے ساتھ'' یا دوسری تعریف کے مطابق: ''شارع کا خطاب تمام مکلفین کے لئے احکام شرعیہ، تکلیفیہ، وضعیہ کے مجموعے کے ساتھ''۔
اور یہ بات معروف ہے کہ احکام تکلیفی پانچ ہیں: واجب، مندوب، مباح، مکروہ، حرام۔ احکام وضعی بھی پانچ ہیں: سبب، شرط، مانع، رخصت، عزیمت وصحت وبطلان۔ ان کی تفصیلی شرح علم اصول میں دیکھی جائے۔ یہاں محل استشہاد کے معنی میں نہیں بلکہ وہ مکمل قانونی وضع ہے جو احکام شرعیہ کے مفہوم کو اپنی دونوں شقوں (فصل، تنفیذ) کے ذریعے پس پردہ لا پھینکتی ہے اللہ تعالیٰ کے قانون کے مخالف ہے اور وضعی قوانین کی بنیاد کیونکہ یہ بالکل اسی طرح قانون سازی ہے جس طرح شریعت الٰہی اگرچہ بشراسے محض قوانین ہی سمجھتا ہے مثلاً مصری سول قانون کی دفعہ (174) میں ہے: ''اگر خاوند اپنے گھر میں بیوی کو زنا کرتے ہوئے پائے تو اس کے خلاف زنا کا دعوی کرسکتا ہے لیکن اگر یہ ثابت ہوجائے کہ وہ خود اس سے قبل اسی گھر میں جرم زنا کر چکا ہے تو بیوی کے خلاف اس کا دعوی سماعت کے قابل نہیں رہے گا''۔ اس قانون نے شوہر کے زنا کو دعوی کے لئے مانع قرار دے دیا جبکہ اللہ تعالیٰ نے ایسے موانع کا اعتبار نہیں کیا ایسے شراب کی خرید وفروخت اور شراب نوشی جسے اللہ نے حرام کیا ہے ان وضعی قوانین نے چند شروط کے ساتھ اسے جائز قرار دے دیا جبکہ ان شروط کی اللہ نے کوئی دلیل نہیں اتاری جیسے یہ شرط کہ خریدار دو برس سے زیادہ ہو یہ قوانین بصراحت اس کی خرید وفروخت اور لین دین کو جائز قرار دیتے ہیں یہ سب قانون سازی اور احکام تکلیفیہ کے مراتب میں تحریف ہے کہ حرام کو مباح اور مباح کو حرام کر دیا اور ایسے اسباب، شروط اور موانع کو قانونی حیثیت دی جس کا شارع نے اعتبار نہیں کیا یہی آیت مائدہ میں موجود حکم کا اصل معنی ہے یعنی قانون سازی نہ کہ محض اقامت احکام یا آیات بینات کو کھیل بنالینا یا حدود اللہ پر ظلم وزیادتی کرنا جیسا کہ مرجئہ کے شبہات اور اس کے جراثیم کے شکار لوگ گمان کرتے

ہیں۔

④ قرآن میں لفظ ''الکافرون'': ضروری ہے کہ قرآن فہمی کے قواعد میں سے ایک اہم قاعدہ بیان کر دیں امام شاطبی الموافقات میں فرماتے ہیں: ''احوال اور اوقات کے تقاضوں کے مطابق قرآن غایات بطور نص لاتا ہے اور ان کے دونوں پہلوؤں کے دائرے کو بیان کرتا ہے حتی کہ عقل اس دائرے کو شریعت کے مطابق دیکھنے لگتی ہے''۔ شاطبی نے یہ مفہوم ابو بکر رضی اللہ عنہ کی اپنی موت کے وقت عمر رضی اللہ عنہ کو کی گئی نصیحت سے اخذ کیا ہے جس میں انہوں نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ نے اہل نار کا ان کے برے اعمال کے ساتھ تذکرہ کیا ہے کیونکہ اس نے ان کی نیکیوں کو ان پر رد کر دیا''

اس سے یہ معلوم ہوا کہ قرآنی قاعدہ غایت کے اطراف کو ذکر کرتا ہے اور ان اطراف کے مابین کی وضاحت سنت پر چھوڑ دیتا ہے جو ان کی تشریح وتوضیح کرتی ہے اسی بناء پر یہ ممکن نہیں کہ لفظ ''الکافرون'' یہاں کفر اصغر کے معنی میں ہو کیونکہ یہ چیز قرآن میں نہیں بلکہ سنت میں واقع ہوتی ہے وگرنہ اللہ کے نازل کردہ کے بغیر حکم کی غائی (غایت) صورت کیا ہوگی؟ اس کے لئے یہاں عدم ایمان کی شرط لگانا درست نہیں کیونکہ یہ آیت ایمان یا جحود کے متعلق نہیں بلکہ حکم کو مطلق قانون سازی کے معنی میں داخل کر دینے کی بات کر رہی ہے۔

⑤ سلفیت کے دعویداروں وغیرہ جن کی عقل وقلب میں ارجائیت گھر کر چکی ہے انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہ کے ان عطاء ودیگر تلامذہ سے مروی اس قول ''کفر دون کفر'' کو شریعت الٰہی کو حاکم بنانے کے مرتبے کو گھٹانے اور طاغوت کے وضعی حکم کی طرف رجوع کے معدوم ہونے کا ذریعہ بنالیا ہے اور یہ دعوی کیا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے عام قانون سازی اور اللہ کی شریعت کے غیر کو قانون مان کر اس کا پابند ہو جانے کو کفر اصغر قرار دیا جیسا کہ بیوی اپنے خاوند کی ناشکری کا کفر کرتی ہے عنقریب ہم اس بے کار دعوی کو باطل ثابت کر دیں گے اور ابن عباس رضی اللہ عنہ کے اس قول کے متعلق نو (9) نکات بیان کریں

گے۔جن کا اعتبار کرنا ناظر کے لئے ضروری ہے۔

ابومجلز اور عطاء سے مروی ہے ابن عباس رضی اللہ عنہ کا یہ قول ہمارے غور وفکر کے مطابق خوارج کے ردّ میں تھا جنہوں نے بنوامیہ کے خلاف خروج کرنا چاہا۔اور یہ لوگ ابن عباس رضی اللہ عنہ،ابومجلز،عطاء تابعی کے اس قول کی آڑ میں اس خروج کو جواز کا رنگ دینا چاہتے ہیں جبکہ ہماری رائے کے مطابق بنی امیہ کے حالات میں اس خروج کو جائز قرار دینے کی کوئی بنیاد نہیں ہے کیونکہ انہوں نے اللہ کے نازل کردہ کے علاوہ کوشریعت یا قانون نہیں قرار دیا جس کو لوگ حاکم مانتے یہی وہ فرق ہے جسے پوری طرح سمجھنے سے مرجئہ کے شبہات میں گرفتار یہ لوگ عاجز ہیں خواہ ان کے علماء ہوں جیسے علم حدیث میں مہارت کے باوجود علامہ البانی یا ان کے وہ عام علماء ہوں جنہیں وہ بڑا بزرگ سمجھتے ہیں اور ہر خطاء سے بری قرار دے کر بنا سوچے سمجھے ان کی تقلید میں لگ جاتے ہیں یا وہ لوگ جو اخوان المسلمین کی قیادت کے تابعدار ہیں۔

علامہ محدث شیخ البانی کا معاملہ ہم شیخ احمد شاکر اور ان کے بھائی شیخ محمود شاکر پر چھوڑتے ہیں شیخ احمد شاکر فرماتے ہیں:

① (ابن عباس رضی اللہ عنہ) سے مروی آثار جن کے ذریعے ہمارے دور کے کچھ علم سے منسوب گمراہ لوگ کھیلتے ہیں اور وہ لوگ جنہوں نے دین پر اس قدر جراءت کی کہ انہوں نے ان آثار کو بہانہ بنالیا وہ ان کے ذریعے اسلامی ممالک پر مسلط کردہ طاغوتی وضعی قوانین کو جائز قرار دیتے ہیں۔ابومجلز سے ایک اثر مروی ہے جو اباضیہ خوارج کے اسی اختلاف کے متعلق ہے کہ بعض امراء نے ظلم کرتے ہوئے بعض معاملات میں نفس پرستی اور حکم سے جہالت کی بناء پر خلاف شریعت فیصلے دے دیئے اور خوارج کا مذہب یہ ہے کہ کبیرہ گناہ کا مرتکب بھی کافر ہے تو وہ ابومجلز کے پاس آکر جھگڑا کرنے لگے اور یہ مطالبہ کرنے لگے کہ وہ ان امراء کو کافر قرار دینے میں ان کے موافق ہو جائیں تاکہ ان کے خلاف مسلح خروج کے لئے ان کے ہاتھ بہانہ آجائے یہ دونوں آثار امام طبری نے روایت کئے ہیں اور ان پر میرے بھائی سید محمود

شاکر نے بڑی ہی نفیس تعلیق لکھی ہے میرا خیال ہے کہ میں طبری کی پہلی روایت اوراس پر اپنے بھائی کی تعلیق نقل کردوں۔

طبری نے عمران بن حیدر سے روایت کی ہے کہ اس نے کہا کہ: ابومجلز کے پاس بنوعمرو بن سدوسی کے کچھ لوگ آ کر کہنے لگے سے ابومجلز آپ اللہ کے اس فرمان کے متعلق کیا کہتے ہیں:

﴿وَمَنۡ لَّمۡ يَحۡكُمۡ بِمَآ اَنۡزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الۡكٰفِرُوۡنَ﴾(المائدہ:٤٤)

جواللہ کے نازل کردہ کے مطابق حکم نہ کرے نہ کریں تو یہی لوگ کافر ہیں۔

کیا یہ حق ہے؟ فرمانے لگے: ہاں۔ وہ کہنے لگے:

﴿وَ مَنۡ لَّمۡ يَحۡكُمۡ بِمَآ اَنۡزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوۡنَ﴾(المائدہ:٤٥)

جواللہ کے نازل کردہ کے مطابق حکم نہ کریں تو یہی لوگ ظالم ہیں۔

کیا یہ حق ہے؟ فرمانے لگے: ہاں۔ وہ کہنے لگے:

﴿وَ مَنۡ لَّمۡ يَحۡكُمۡ بِمَآ اَنۡزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الۡفٰسِقُوۡنَ﴾(المائدہ:٤٧)

جواللہ کے نازل کردہ کے مطابق حکم نہ دیں تو یہی لوگ فاسق ہیں۔

کیا یہ حق ہے؟ پھر وہ کہنے لگے ابومجلز کیا یہ لوگ (یعنی بنوامیہ کے ظالم امراء) اللہ کے نازل کردہ کے مطابق حکم کرتے ہیں فرمانے لگے: یہ ان کا دین ہے وہ اسے دین مانتے ہیں اوراسی کے مطابق کہتے ہیں اوراسی کی طرف بلاتے ہیں پھر اگر اس میں سے کچھ چھوڑ دیں تو اسے گناہ سمجھتے ہیں۔ وہ کہنے لگے ایسا نہیں ہے اللہ کی قسم تم فرق کررہے ہو۔ فرمانے لگے: تم مجھ سے زیادہ اس کے حق دار ہو (یعنی میں خارجی نہیں بلکہ تم خارجی ہو) میرا یہ خیال نہیں تمہارا یہ خیال ہے اورتم کوئی حرج بھی محسوس نہیں کرتے۔

میرے بھائی سید محمود ان دونوں نصوص کے بارے میں لکھتے ہیں:

”یا اللہ میں اس گمراہی سے تیری طرف اظہار براءت کرتا ہوں وبعد، ہمارے اس دور کے شک گزیدہ اورفتنہ پرور لوگ جو بڑی باتیں بناتے ہیں اورحاکموں کے لئے اللہ کے نازل کردہ

کے مطابق حکم کو چھوڑ دینے ،اموال، دماء،اعراض میں اللہ کی اپنی کتاب میں نازل کردہ شریعت کے بغیر فیصلے کرنے ،کافر کے قانون کو اسلامی ممالک میں نافذ کرنے ان کو جواز کا رنگ دینے کے لئے عذر تراشتے ہیں پھر جب انہیں ان دو احادیث کا پتہ چلتا ہے تو اسے ابومجلز کی رائے قرار دیتے ہیں کہ ان کے نزدیک اللہ کے نازل کردہ کے بغیر دماء اور اموال اور اعراض میں فیصلے کرنا درست ہے اور عام فیصلے میں شریعت کی مخالفت اسے کافر قرار نہیں دیتی جو اس پر راضی یا عامل ہو۔حالانکہ غور وفکر کرنے والے کے نزدیک ان دونوں حدیثوں میں سائل اور مسئول کی اس معرفت کی کوئی گنجائش نہیں ہے ۔(ابومجلز لاحق بن حمید الشیبانی السدوسی) ثقہ تابعی ہیں علی رضی اللہ عنہ سے محبت کرتے تھے اور ان کی قوم بنوشیبان جنگ جمل اور صفین کے دن شیعان علی میں شامل تھی پھر جب صفین کے دن حکموں (یعنی دونوں جانب سے ایک ایک حکم فیصلہ کرنے والا) والا معاملہ ہوا اور خوارج الگ ہو گئے تو علی رضی اللہ عنہ کے خلاف خروج کرنے والوں میں بنوشیبان اور بنوسدوس بن شیبان بن ذھل کے کچھ لوگ شامل ہو گئے ۔وہ لوگ جنہوں نے ابومجلز سے سوالات کئے وہ بنوعمرو بن سدوس سے ہیں جو اباضیہ خوارج کا حصہ ہیں اور عبداللہ بن اباض حروری خارجی کے پیروکار ہیں اس کا کہنا تھا کہ جو خوارج کی مخالفت کرے وہ کافر ہے نہ کہ مشرک اس طرح اس نے اپنے اصحاب کی مخالفت کی ۔ یہ واضح ہے کہ جن لوگوں نے ابومجلز سے سوالات کئے وہ اباضیہ تھے اور حکام کی تکفیر کے سلسلے میں ان پر حجت قائم کرنا چاہتے تھے کیونکہ وہ (حکام) سلکان کے معسکر میں تھے اور بسا اوقات اللہ کی نافرمانی کرگزرتے اور جن امور سے اللہ نے منع فرمایا ہے ان کا ارتکاب کر بیٹھتے ۔اسی لئے ابومجلز نے جواب دیتے وقت کہا کہ:’’اگر وہ اس کا کچھ حصہ چھوڑ دیں تو اسے گناہ سمجھتے ہیں ‘‘(پہلی روایت کے مطابق)اور (دوسری روایت کے مطابق)وہ جو بھی عمل کریں انہیں علم ہے کہ وہ گناہ کررہے ہیں تو اس صورت میں ان کا سوال اس کے متعلق نہیں تھا کہ جس سے

ہمارے دور کے بدعتی حجت پکڑتے ہیں یعنی دماء، اموال اور اعراض میں شریعت اسلامیہ کے بغیر اس کے مخالف قانون کے ذریعے فیصلہ کرنا اور نہ ہی وہ کسی ایسے قانون کے اجراء کے متعلق تھا جو اہل اسلام کو اللہ کے اپنی کتاب اور اپنے نبی ﷺ کی زبانی بیان کردہ شریعت کے علاوہ حکم کا پابند کرتا ہو یہ فعل اللہ کے حکم اور دین سے اعراض ہے اور احکام کفر کو اللہ کے حکم پر ترجیح دینا ہے اور یہ کفر ہے اہل قبلہ اس کے قائل اور داعی کی تکفیر میں اختلاف کے باوجود اس میں شک نہیں کرسکتے۔ اور ہم جن حالات میں ہیں ان میں اللہ کے احکام کو کسی استثناء یا احکام پر اس کے غیر کے احکام کو ترجیح دیئے بنا ہی عموماً چھوڑ دیا جاتا ہے اور اللہ کی شریعت کو ناکارہ کردیا جاتا ہے پوری تاریخ اسلام میں کبھی ایسا نہیں ہوا کہ کسی حاکم نے ایسا حکم جاری کیا ہو جو پابند کرتا ہو کہ اسی کے مطابق فیصلے کیئے جائیں۔ ابو مجلز کا زمانہ ہو یا اس سے پہلے یا بعد کا کبھی کوئی ایسا حاکم نہیں آیا جس نے اللہ کے حکم کا انکار کرکے یا اہل کفر کے احکام کو اہل اسلام کے احکام پر ترجیح دے کر (جیسا کہ موجودہ حالات میں احکام کفر کو احکام اسلام پر ترجیح دی جاتی ہے) کوئی فیصلہ کیا ہو ایسا کبھی نہیں ہوا لہٰذا ابو مجلز اور اباضیوں کے مابین گفتگو سے یہ سمجھنا کسی طرح درست نہیں تو جو ان آثار یا ان جیسے دیگر آثار سے حجت پکڑے اور ان کے غلط معانی لے تاکہ ان کے ذریعے حاکم کی مدد کرے اور اللہ کے نازل کردہ اور اپنے بندوں پر فرض کردہ شریعت کے ذریعے حکم کے جواز کو محال بنا سکے تو شریعت میں یہ منکر کے حکم میں ہوا جو اللہ کے احکام کا انکار کرتا ہے اس سے توبہ کرائی جائے پھر بھی اگر مصر رہا اور خود کو درست سمجھتا رہا اور اللہ کے حکم کو ٹھکرا کر اس کے متبادل احکام پر راضی رہا تو ایسے ڈھیٹ کافر کا حکم اہل اسلام جانتے ہی ہیں (یعنی اس پر حد ارتداد قائم کی جائے گی''۔

احمد اور محمود شاکر رحمہما اللہ کا کلام ختم ہوا اللہ ان دونوں کو جزائے خیر دے۔ جاہل پر لازم ہے کہ وہ ان کے متعلق معلومات کرے یہ علم حدیث، لغت وتفسیر کے درخشندہ ستارے ہیں دور حاضر میں کوئی ان کا ہم

پلہ نہیں علامہ قرضاوی بھی نہیں۔

غور کریں یہ ان اہل علم سے توبہ کروانے کی بات کررہے ہیں جو ان آثار کو حاکم کی حمایت میں لے (جیسے بعض اسلامی جماعتیں دیکھئے کتاب ''دعاۃ لا قضاۃ'' اور سلفیت کے وہ دعویدار جو سید قطب رحمہ اللہ وغیرہ کی تکفیر کو ان کی ذاتی رائے قرار دیتے ہیں اور ان آثار سے اسی طرح حجت پکڑتے ہیں جس کی شیخ محمود شاکر رحمہ اللہ نے تردید کی ہے) حاکم سے توبہ کروانے کی بات نہیں کررہے کیونکہ اس سے توبہ کروانے کی گنجائش نہیں ہے کیونکہ ہر عقلمند اس کا حکم جانتا ہے۔

⑥ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی یہ تفسیر اجتہاد ہے حکماً مرفوع کے قبیل سے نہیں

ابن عباس رضی اللہ عنہ کی تفسیر نہیں کہ اسے مرفوع مانا جائے بلکہ محض اجتہاد ہے جس سے دیگر مختلف قرائن کی بناء پر اختلاف کیا جاسکتا ہے جبکہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے نکاح متعہ کی حلت سے رجوع کرلیا تھا۔

⑦ صحابی کا قول اور ادلہ شرعیہ میں اس کا مقام

جب ہم نے یہ مان لیا کہ یہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی رائے ہے تو علم الاصول کی روشنی میں یہ بات معلوم ہے کہ صحابی کا قول قرآن کے عمومات کی تخصیص نہیں کرتا حنفیہ کے نزدیک مخصصات متصل ہوتے ہیں اس کا ہمارے زیر بحث عنوان سے تعلق نہیں جمہور کے نزدیک تخصیص متصل اور منفصل دونوں طرح کا قول نہیں ہے۔(الفروق للقرافی و اصول الفقه ابوزهرة)

⑧ اس قول کے متعلق اہل علم کے غلط اقوال

یہ بات معروف ہے کہ البانی ان لوگوں میں بڑے ممتاز ہیں جو کہتے ہیں کہ اللہ کے نازل کردہ کے بغیر حکومت کرنے والا کافر نہیں اس کی وجہ ان کا یہ نظریہ ہے ایمان قول اور اعتقاد کا نام ہے اور اعمال کمال ایمان سے ہیں جیسا کہ اشاعرہ اور ماتریدیہ کا مشہور مذہب بھی یہی ہے۔ البانی اس بارے میں ابن حجر سے متاثر ہیں اور ابن حجر رحمہ اللہ عقیدے میں اشعری تھے اور اس مسئلے میں بہت سے علماء اہل السنہ کے

خلاف تھے ایسے ہی ان کا یہ نظریہ بھی بنیاد بنا کہ کفر صرف جحود سے ہوتا ہے نہ کہ جوارح سے یہ محض عقیدے کی خرابی ہے۔ پاک ہے وہ ذات جو غلطی نہیں کرتی اور عیب تو ان لوگوں پر ہے جو البانی کی اس طرح پیروی کرتے ہیں جیسے معبود کی کی جاتی ہے اس کے باوجود بھی تقلید کا انکار کرتے ہیں اور سلفیت کا دعوی درحقیقت یہ سلفیت اور حدیث سے کوسوں دور ہیں اگر چہ سند کے علو اور نزول کے متعلق کھل کر بات کر سکتے ہیں (البانی کے عقیدے کے متعلق ملاحظہ ہو ''حقیقۃ الایمان عند الشیخ الالبانی'' از محمد ابورحیم) اور ان کے علاوہ دیگر اسلامی جماعتوں کے سرکردہ لوگ جیسے اخوانی یہ اس لائق نہیں کہ ان کے ردّ میں معروف ہوا جائے ان کی علمی کم مائیگی اور علم شرعی کے میدان میں ان کی حقیقت نہ ہونے کی بناء پر۔

⑨ ان علماء اور محدثین کے اقوال جو مذہب اہل السنۃ کے حامی ہیں

یہ بے شمار ہیں جیسے دور حاضر میں: شیخ محمد ابراہیم، فاضل محدث احمد شاکر اور ان کے بھائی محمود شاکر، شیخ عبدالرحمٰن بن عبدالخالق، امام دوسری، امام مودودی، امام عبدالعزیز بن باز، علاوہ ازیں علماء متقدمین جیسے ابن تیمیہ، ابن کثیر وغیرہ۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ

ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حاکم اگر دیندار ہو لیکن علم کے بغیر حکم کرے تو جہنمی ہے اور اگر عالم ہو لیکن اس کے خلاف فیصلہ دے جسے وہ اپنے علم کے مطابق حق جانتا ہے یہ بھی جہنمی ہے اور اگر انصاف اور علم دونوں کے بغیر ہی فیصلہ کر دے تو یہ بالاولیٰ جہنمی ہے یہ اس وقت ہے جب کسی شخص کے مقدمے کا فیصلہ کرے اور جب مسلمانوں کے دین میں عام حکم کرے اور حق کو باطل، باطل کو حق، سنت کو بدعت، بدعت کو سنت، معروف کو منکر، منکر کو معروف بنا دے اور جن سے اللہ اور اس کے رسول نے منع کیا ان کا حکم دے اور جن کا حکم الٰہ المرسلین، مالک یوم الدین اور دنیا و آخرت میں حمد کے سزاوار ہی کرے گا:

”وَلَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ.
یعنی حکم اسی کا ہے اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔

نیز۔

﴿هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّیْنِ كُلِّهٖ وَ لَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ﴾(توبة:٣٣)

وہ ذات ہے جس نے اپنا رسول ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تا کہ وہ اسے سارے دین پر غالب کردے اور اللہ کافی گواہ ہے۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ

ابن کثیر اللہ تعالیٰ کے اس فرمان:

﴿اَفَحُكْمَ الْجَاهِلِیَّةِ یَبْغُوْنَ﴾

یعنی: کیا وہ جاہلیت کا حکم ڈھونڈتے ہیں۔

کی تفسیر میں فرماتے ہیں: ”اللہ تعالیٰ اس شخص پر ردّ کرتے ہوئے کہ جو اس کے محکم اور ہر خیر پر مشتمل اور ہر شر سے روکنے والے حکم سے نکل کر ان آراء اور خواہشات اور اصطلاحات کے پیچھے پڑ جائے جنہیں لوگوں نے اللہ کی شریعت کی دلیل کے بغیر بنایا ہو یا جیسے تاتار اپنے بادشاہ چنگیز خان کے وضع کردہ قانون یاسق کے مطابق اپنی ملکی سیاسیات کا فیصلہ کرتے تھے یہ کتاب احکام کا مجموعہ ہے جنہیں اس نے مختلف ادیان سے اخذ کیا جیسے یہودیت، نصرانیت، دین اسلام وغیرہ اس کے اکثر احکام اس کی اپنی رائے اور خواہش کے مطابق ہیں تو اس کی قوم کے لئے یہ ایک قابل اتباع شریعت قرار پائی جسے وہ اللہ کی کتاب اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر مقدم کرتے ہیں تو جو بھی ایسا کرے وہ کافر ہے اس کے خلاف قتال فرض ہے حتی کہ ہر چھوٹی بات میں اللہ اور اس کے رسول کے حکم کی طرف پلٹ آئے اور اس کے سوا

کسی کا حکم نہ مانے'' ایسے ہی ابن کثیر نے اپنی تاریخ کی کتاب میں یاسق اور اس جیسے دیگر قوانین کو حاکم بنانے کے متعلق اسی طرح کی گفتگو کی ہے فرماتے ہیں: جو اللہ کی اپنے نبی محمد بن عبداللہ خاتم الانبیاء پر نازل کردہ محکم شریعت کو چھوڑ کر دیگر منسوخ شرائع کو حاکم بنالے وہ کافر ہے تو جو یاسق کو حاکم بنا کر اسے اس پر مقدم کردے وہ کیا ہوا؟ جو ایسا کرے گا مسلمان اس کے کفر پر متفق ہیں۔

علامہ امام محدث احمد شاکر رحمہ اللہ

شیخ احمد شاکر ''عمدۃ التفسیر'' کی تعلیق میں فرماتے ہیں میں کہتا ہوں: اس کے باوجود بھی کیا اللہ کی شریعت میں یہ جائز ہے کہ مسلمان اپنے شہروں میں بت پرست ملحد یورپ کے قوانین کے مطابق فیصلے کریں ؟ بلکہ ایسے قانون کے مطابق جو باطل خواہشات اور آراء پر مبنی ہو وہ جس طرح چاہیں تغیر و تبدل کر دیں جس کا بانی یہ نہیں سوچتا کہ یہ دین اسلام کے مطابق ہیں یا مخالف؟ مسلمانوں کے ساتھ یہ صورت پوری تاریخ اسلامی می صرف عہد تاتار میں پیش آئی یہ ظلم اور اندھیرے کے ادوار میں سب سے برا دور تھا اس کے باوجود بھی وہ اس کے آگے نہیں جھکے اور اسلام تاتار پر غالب رہا پھر انہیں اللہ کے دین میں داخل کر دیا اور مسلمان کے دین و شریعت پر استقامت کے ساتھ انہوں نے جو کچھ کیا اس کا اثر زائل ہو گیا اس وقت اس برے اور ظالم حکم کا مصدر حکام کا ایک مخصوص گروہ تھا محکوم امت اسلامیہ کے افراد میں سے کوئی بھی شامل نہ تھا اور نہ ہی انہوں نے سیکھا نہ اپنی اولاد کو سکھایا لہٰذا بہت جلد اس کا اثر زائل ہو گیا۔ کیا تم دیکھتے نہیں کہ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے آٹھویں صدی ہجری کے اس قانون جسے دشمن اسلام چنگیز خان نے وضع کیا اس کی جو صورت انہوں نے بیان کی ہے وہی صورت آج کے دور چودہویں صدی ہجری کے مسلمانوں کی ہے صرف ایک فرق ہے جس کی طرف ہم اشارہ کر چکے ہیں کہ یہ صورت اس وقت حکام کے ایک خاص طبقے میں تھی جو وقتاً فوقتاً امت اسلامیہ میں شامل ہو گیا اور ان آثار بھی زائل ہو گئے۔ ان کی بنسبت آج کے مسلمان انتہائی برے حال اور ظلم اور اندھیرے میں ہیں کیونکہ آج اکثر

اسلامی امتیں شریعت مخالف اور یاسق سے ملتے جلتے قوانین میں شامل ہو چکی ہیں جس کا بنانے والا پکا کافر تھا۔ یہ قوانین جنہیں کچھ نام نہاد مسلمان بنا کر اسلام کے بیٹوں کو سکھا کر اس پر باپ اور بیٹے دونوں فخر کرتے ہیں پھر اس کی بنیاد ان لوگوں کو قرار دیتے ہیں جو آج کے یاسق کو تھامے ہوئے ہیں اور جو ان کی مخالفت کرے اس کو حقیر سمجھتے ہیں اور جو انہیں دین و شریعت کی پابندی کی دعوت دے انہیں ''رجعت پسند'' اور ''تنگ نظر'' وغیرہ برے القابات سے پکارتے ہیں (بلکہ یہود و نصاری کی اہل السنہ مسلمانوں کے لئے بنائی گئی اصطلاحات کو رواج دیتے ہیں جیسے دہشت گرد انتہاء پسند) بلکہ جو دو چار اسلامی قوانین باقی بچے ہیں انہیں بھی آج کے یاسق کے مطابق بنانے کے لئے پوری طرح سرگرم ہیں کبھی سہولت اور نرمی کا نام لے کر اور کبھی مکروفریب اختیار کر کے اور یہ صراحت کر چکے ہیں کہ وہ اپنے مختلف اختیارات استعمال کر کے دین کو ریاست سے الگ کر دیں گے اور اس کے لئے مناسب وقت کے منتظر ہیں۔ تو کیا اس صورت میں کسی مسلمان کے لئے جائز ہے کہ اس نئے دین یعنی نئے قانون کو لازم پکڑے یا کوئی باپ خواہ عالم ہو یا جاہل اپنی اولاد کو اس کی تعلیم اور اسے لازم پکڑنے اور اس کے مطابق عقیدہ و عمل بنانے کی طرف راغب کرے؟ یا کسی مسلمان کے لئے جائز ہے کہ اس آج کے یاسق کے ماتحت فیصلہ کروائے اس پر عمل کرے اور واضح شریعت سے اعراض کرے میں نہیں سمجھتا کہ مسلمان جو دین کو جانتا ہو اس پر اجمالاً و تفصیلاً ایمان رکھتا ہو اور یہ ایمان رکھتا ہو کہ قرآن اللہ کی کتاب ہے جسے اس نے اپنے رسول پر نازل کیا محکم ہے اس میں باطل نہ آگے سے آ سکتا ہے نہ پیچھے سے اور اطاعت اور اس رسول کی اطاعت جو اسے لے کر آئے وہ واجب ہے قطعی واجب ہر حال میں (بلکہ یہ تو توحید و کفر کا مسئلہ ہے اس کا واجب ہونا ایسا ہے جیسے ایمان و توحید کا واجب ہونا نہ کہ فروعات کا وجوب) میں نہیں سمجھتا کہ ایسا کوئی صاحب استطاعت مسلمان کسی تردد و تاویل کے بغیر پوری تاکید سے یہ صراحت نہ کرتا ہو کہ اس صورت حال میں فیصلہ کروانا (مقدمہ پیش کرنا) باطل ہے اصل باطل جس کے صحیح یا جائز ہونے کا کوئی امکان نہیں۔ ان وضعی قوانین کا کفر بواح ہونا سورج کی طرح روشن ہے جس پر کوئی غبار یا

دائرہ نہ ہو کسی مسلمان کے لئے خواہ کوئی بھی ہو اس پر عمل کرنے اسے قبول کرنے اس کے مطابق فیصلہ کرنے میں کوئی عذر قابل قبول نہیں ہر ایک اپنے آپ کو اس سے بچائے اور ہر شخص اپنے نفس کا محاسبہ کرے۔

علماء کسی سے مرعوب ہوئے بغیر حق کا پرچار کریں اور کمی کوتاہی کئے بغیر حق کی تبلیغ کریں عنقریب مجھ سے اس آج کے یاسق کے غلام اور حامی یہ کہیں گے کہ میں تنگ نظر اور قدامت پسند وغیرہ ہوں وہ جو چاہیں کہتے رہیں میں نے کبھی اس کی پرواہ نہیں کی لیکن میں وہی کہوں گا جس کا کہنا مجھ پر واجب ہے۔

(عمدة التفاسير لاحمد شاكر)

امام علامہ مفتی دیار سعودیہ شیخ محمد بن ابراہیم رحمہ اللہ

شیخ محمد ابراہیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جسے کفر دون کفر کہا گیا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ جب وہ اس اعتقاد کی نافرمانی کر رہا ہے اور اللہ کا قانون ہی حق ہے کے باوجود ایک غیر اللہ کو حاکم بنائے یا اسی طرح کچھ کرے لیکن ان قوانین کو مرتب کرنا اور ان کے آگے جھکنا کفر ہے اگر چہ وہ یہ کہیں کہ ہم نے غلطی کی اور شریعت کا حکم ہی مبنی بر انصاف ہے تو یہ کفر ہے ملت سے خارج کر دیتا ہے۔(مجموع الفتاوى الشيخ محمد بن ابراهيم ، از محمد بن عبدالرحمن القاسم)

شیخ علامہ صالح الفوزان

یہ جزئی غیر متکرر حکم اور اس عام حکم کے مابین فرق کرتے ہیں جو تمام یا اکثر احکام کا مرجع ہو اور یہ فیصلہ دیتے ہیں کہ یہ مطلقاً کفر ہے ملت سے خارج کر دیتا ہے یہ اس لئے کہ جو شریعت اسلامیہ سے کنارہ کش ہو کر وضعی قوانین کو اس کا متبادل بنائے یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ قانون کو شریعت سے بڑھ کر اچھا اور خیر خواہ سمجھتا ہے تو اس کے بارے میں کوئی شک نہیں کہ اس نے کفر اکبر کا ارتکاب کیا جو ملت سے نکال دے اور توحید کو ڈھا دے۔(كتاب التوحيد صالح الفوزان)

علامہ شیخ عبدالعزیز بن باز رحمہ اللہ

ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں: جو اللہ کے نازل کردہ کے بغیر حکومت کرتے ہیں ان حکام کی چند اقسام ہیں جن کے احکام ان کے اعتقادات اور اعمال کے حساب سے مختلف ہیں تو جو اللہ کے نازل کردہ کے بغیر حکم کرے اسے اللہ کے قانون سے بہتر سمجھ کر تو یہ تمام مسلمانوں کے نزدیک کافر ہے اور ایسے ہی وہ شخص ہے جو وضعی قوانین کو اللہ کے قانون کا متبادل قرار دے اور اسے جائز سمجھے خواہ اس طرح کہے کہ شریعت کو حاکم بنانا ہی افضل ہے یہ بھی کافر ہے کیونکہ جسے اللہ نے حرام کیا اسے حلال سمجھ رہا ہے یعنی جو اللہ کے نازل کردہ کے علاوہ وضعی قوانین سے حکومت کرنے کو جائز قرار دے اگرچہ یوں کہے کہ شریعت کو حاکم بنانا ہی افضل ہے (یہ اس کی ہی طرح ہے جس کا ہم نے ابھی تذکرہ کیا) جیسے کوئی کہے کہ ''میں جانتا ہوں کہ دین محمد مخلوق کے تمام ادیان سے بہتر دین ہے''۔ نیز فرماتے ہیں: اگرچہ کوئی کہے کہ شریعت کو حاکم بنانا ہی افضل ہے یہ کافر ہے کیونکہ جسے اللہ نے حرام کیا اسے حلال سمجھ رہا ہے البتہ جو نفس پرستی یا رشوت یا اپنی رعایا سے بغض کی بناء پر اللہ کے نازل کردہ کے بغیر فیصلہ دے یا دیگر اسباب کی بناء پر اور وہ یہ جانتا ہو کہ وہ اس طرح نافرمانی کر رہا ہے اور اس پر واجب یہی ہے کہ اللہ کے قانون کو حاکم بنائے تو یہ معصیت اور کبیرہ کا مرتکب ہوگا۔ (مجلة الدعوة شمارہ نمبر 963 مورخہ 1405/2/5 ھجری)

علامہ شیخ عبدالقادر عودۃ رحمہ اللہ

یہ اخوانی تحریک کے امام اور اس کی نظریاتی کونسل کے بڑے اور مصر اور عالم اسلام کے بڑے قانون دانوں میں سے ہیں یہ توحید اور اس کے معانی کو صحیح معنوں میں جان سکے اسی لئے مصر میں قاضی اور قانونی مشیر رہے ہیں یہ وضعی قوانین سے اچھی طرح واقف ہیں اپنی عظیم کتاب ''الاسلام و اوضاعنا القانونیہ'' میں فرماتے ہیں: جب قرآن وسنت کے مخالف یا شریعت کی عام بنیادوں اور شریعت کی

قانونی اساس سے خارج قوانین آئیں تو یہ مطلقاً باطل ہیں کسی کے لئے ان کی اطاعت جائز نہیں بلکہ اس کے برعکس ان کے خلاف جنگ کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے (ص:6 طباعت المختار الاسلامی)۔ نیز فرماتے ہیں: اسلام کا یہی حکم ہے یہی مومنوں کی راہ ہے ہم پر آج ایسا دور سایہ فگن ہے جس میں برائی پھیل چکی ہے اور اکثر لوگ فساد کا شکار ہیں لوگ برائی سے روکتے نہیں اور نیکی کا حکم نہیں دیتے خود بھی نہیں کرتے اور حکام اور عوام اللہ کی نافرمانی کرتے ہیں اللہ کے حرام کردہ کو حلال کرتے ہیں اور حکومتیں مسلمانوں کے لئے ایسے قوانین بناتی ہیں جو انہیں اسلام سے ہٹا کر کفر پر گامزن کردیں چنانچہ ہر مسلمان پر واجب ہے کہ اس مشکل گھڑی میں اپنا حق ادا کرے کہ خلاف اسلام وضعی قوانین اور انہیں وضع کرکے اور ان کی حمایت کرنے والی اور اسلام مخالف نظریات کی حامی حکومتوں کے خلاف جنگ کرے (ص:18)۔ اپنے اسی موقف اور ملحد شخص عبدالناصر اور اخوانیوں کے مابین ذاتی تنازعات کے تصفیے کی بناء پر 1954ء میں انہیں سزائے موت کا سامنا کرنا پڑا اخوانیوں کی طرف منسوب آج کے مقلد اور جاہل لوگ اس سے عبرت حاصل کریں اور ان جیسی عالم اور شہید شخصیت سے نسبت کریں۔

پانچویں فصل

دعویداروں کے دھوکوں کا بیان

سلفیت کے دعویدار اپنے نظریات کو ثابت کرنے کے لئے جو ٹیڑھی منطق استعمال کرتے ہیں جیسا کہ چوتھی فصل میں بیان ہوا ہم پہلے قاری کے سامنے وہ رکھنا چاہیں گے:

① اللہ تعالیٰ نے سورۃ النمل آیت 43 میں فرمایا:

﴿فَسْئَلُوْآ اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾(النحل:٤٣)

یعنی: اگر تمہیں علم نہ ہو تو اہل علم سے پوچھ لو۔

② اسی آیت سے یہ قول اخذ کیا گیا کہ اللہ کے دین میں صرف وہی گفتگو کا حق رکھتا ہے جو معتمد علیہ مشائخ میں سے ہو۔

③ معتمد علیہ مشائخ سلفیت کے دعویداروں کے نزدیک وہ ہیں جنہیں وہ اس کا مستحق اور اپنے نظریات کے مطابق اس درجے کا حامل قرار دیں ایسے ہی وہ جوان مرجئ عقائد سے موافق ہو اور جامعہ مدینہ یا ام القری سے فارغ ہو۔

④ اپنے تمام مخالفین کو علم الجرح والتعدیل کے ذریعے مجروح قرار دے کر اپنے مشائخ کو ہی قابل اتباع قرار دیتے ہیں اور ان کے علاوہ ہر ایک کو پڑھنے سننے کو حرام قرار دیتے ہیں۔

⑤ اپنے نظریات ٹیلیفون اور ویب سائٹس ''الیکٹرونک میڈیا'' کے ذریعے جاری کرتے ہیں جس کی طرف آج کل کے پرفریب نوجوان اپنی عام وخاص زندگی میں میلان رکھتے ہیں۔

⑥ ان کی جراءتوں سے ایسی حالت وجود میں آئی جو علماء کو حقیر بنا کر رکھ دے سوائے ان علماء کے جو ان کے نظریات میں معتمد ہیں اور ان کے پیروکاروں میں ایسا رعب جاگزیں ہوا کہ وہ کسی اور کو نہ پڑھتے ہیں نہ سنتے ہیں اور علماء کو ساقط اور متروک جیسے القابات سے پکارتے ہیں جبکہ اہل الحدیث صرف راویان حدیث کو ان اوصاف سے موصوف کرتے ہیں اور یہ انہی کے ساتھ مختص ہیں جبکہ ان کے پاس اس جرح کی کوئی دلیل بھی نہیں ہوتی۔

⑦ اس راہ کا انجام یہ ہوا کہ ان پیروکاروں نے اپنے مخالف مسلمانوں کی جاسوسی کر کے اور ان کی مجالس مباحث حتی کہ ان کی ذاتی آراء کی رپورٹ متعلقہ محکمے کو پیش کرتے ہیں کیونکہ مخالف کو خارجی بدعتی اور حاکم کی اطاعت سے خارج تصور کرتے ہیں (اللہ ہی جانتا ہے کہ حاکم سے کون مراد ہے یہ تو وہ ہیں جن کے خلاف داعیان حق اور داعیان تحکیم شریعت خروج کرتے ہیں لیکن شاید وہ ہر اس شخص کو جس کے پاس حکومت کی کرسی ہو خواہ حق ہو یا باطل اور اپنے رائے سے کفریہ قوانین کے ذریعے حکومت کر سکتا ہو اسے حاکم اور واجب الاطاعت قرار دیتے ہیں)

دعویداران کی بدعات کا بطلان

اہل علم سے سوال کرنا

ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ سلفیت کے دعویدار سورۃ النمل کی آیت 43 کے ذریعے اپنے پیروکاروں کو فکری غلام بناتے ہیں اور انہیں اپنے مخالفین کے دلائل معلوم کرنے اور اختیار کرنے سے روکتے ہیں ان کے اس دعوے کی بیخ کنی کی خاطر ہم مکمل آیت ذکر کرتے ہیں تا کہ کسی قسم کا جوڑ توڑ یا ہیر پھیر کئے بغیر اس کا مکمل مفہوم صحیح طور پر معلوم کر سکیں ارشاد فرمایا:

﴿وَ مَآ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ قَبۡلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوۡحِیۡۤ اِلَیۡهِمۡ فَسۡـَٔلُوۡۤا اَهۡلَ الذِّكۡرِ اِنۡ كُنۡتُمۡ لَا تَعۡلَمُوۡنَ﴾

اور آپ سے پہلے ہم نے مردوں کو ہی رسول بنایا ان کی طرف ہم وحی کرتے رہے پس اگر تمہیں علم نہ ہو تو اہل علم سے معلوم کرلو۔

① اس آیت کے سیاق سے واضح ہے کہ اللہ اس حقیقت کی تاکید فرما رہا ہے جس سے رسول اللہ ﷺ سے پہلے کے تمام انبیاء ورسل اور ان کے اہل علم پیروکار پوری طرح آگاہ تھے کہ وہ سب کے عام بشر کی طرح ہی ہیں البتہ ان پر نازل ہونے والی وحی کی بناء پر انہیں یہ فضیلت حاصل ہوئی (عمدة التفاسیر: 337/2)۔ لیکن اس سے مراد یہ نہیں کہ تمام موضوعات کے متعلق کی استثناء کے بغیر سوال اور تقلید کی جائے جیسا کہ ابھی واضح ہو جائے گا۔

② مقلد صاحب کہتے ہیں کہ: اس آیت کے الفاظ میں ایسی کوئی قید نہیں ہے بلکہ یہ مطلق ہے یعنی تمام موضوعات میں سوال کرنا اور اہل علم کی اتباع کرنا واجب ہے اس کا ردّ درج ذیل ہے:

① اصول فقہ کا معلوم قاعدہ ہے کہ جس معنی کو بیان کرنے کے لئے آیت اصل میں آئے وہ نص کہلاتا ہے اور اس کے علاوہ دیگر معنی جن کی آیت محتمل ہو ظاہر کہلاتا ہے جس کا درجہ نص کے بعد ہے (اصول فقہ ص 110 محمد ابوزهرة۔ اس موقف کے معروف دلائل میں سے ایک دلیل یہ بھی ہے کہ ایک صحابی نے شراب پی لی جب عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے اس کا سبب معلوم کیا تو کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ لَيۡسَ عَلَى الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِيۡمَا طَعِمُوۡۤا اِذَا مَا اتَّقَوْا وَّ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ثُمَّ اتَّقَوْا وَّ اٰمَنُوۡا ثُمَّ اتَّقَوْا وَّ اَحۡسَنُوۡا وَ اللّٰهُ يُحِبُّ الۡمُحۡسِنِيۡنَ ﴾ (المائدة: ٩٣)

'یعنی: ایسے لوگوں پر جو ایمان رکھتے ہوں اور نیک کام کرتے ہوں اس چیز میں کوئی گناہ نہیں جس کو وہ کھا پی چکے ہوں جبکہ وہ لوگ تقوی رکھتے ہوں اور ایمان رکھتے ہوں اور نیک کام کرتے ہوں پھر پرہیزگاری کرتے ہوں اور ایمان رکھتے ہوں پھر پرہیز گاری کرتے ہوں اور خوب نیک عمل کرتے ہوں اللہ ایسے نیکوکاروں سے محبت

رکھتا ہے۔

عمر رضی اللہ عنہ فرمانے لگے اگر تو پرہیز گار رہوتا تو کبھی شراب نہ پیتا پھر ان پر حد خمر قائم کردی۔عمر رضی اللہ عنہ کا اشارہ سورۃ مائدہ کی آیت نمبر 90 کی طرف تھا جو شراب کی حرمت میں نص ہے فرمایا:

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِنَّمَا الۡخَمۡرُ وَ الۡمَیۡسِرُ وَ الۡاَنۡصَابُ وَ الۡاَزۡلَامُ رِجۡسٌ مِّنۡ عَمَلِ الشَّیۡطٰنِ فَاجۡتَنِبُوۡهُ لَعَلَّکُمۡ تُفۡلِحُوۡنَ﴾

یعنی :اے ایمان والو، یقیناً شراب اور جوا اور تھان اور پانسے کے تیر ناپاک ہیں شیطانی کام ہیں اس سے بچو تاکہ تم کامیاب ہوجاؤ۔

یہاں نص کی اتباع کو اس ظاہر کی اتباع سے اولیٰ قرار دیا گیا جس کے مطابق پرہیز گار کے لئے ہر طرح کا کھانا اور پینا حلال قرار پاتا ہے)اس آیت کا ظاہر یہ ہے کہ جس کے پاس علم نہ ہو وہ اہل علم سے پوچھ لے تو اہل علم سے پوچھنے کا اطلاق اس آیت کے نص کے ماتحت ہے اور وہ انبیاء ورسل کا بشر ہونا ہے لیکن اس آیت کے ظاہر سے مطلقاً یہ استدلال کرنا کہ اہل علم سے تمام امور کے متعلق سوال کرنا واجب ہے درست نہیں بصورت دیگر یہ آیت اصلاً مقید ہوئی اس بات کے ساتھ کہ اہل علم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین مراد ہوں اور ایسے ہی یہ توحید میں بھی مقید ہوئی جبکہ توحید ان تمام امور کی بنیاد ہے جن کی معرفت کے لئے اجتہاد کیا جاتا ہے اور ان کو اسی وقت معتبر مانا جاتا ہے جب ان پر امت کا بلا اختلاف اجماع ہوجائے۔

③ اب مقلد کہے گا کہ: میرے خیال کے مطابق آیت میں اہل علم سے تمام امور میں سوال کرنے کے متعلق اب بھی کوئی قید نہیں ہے ہم اس کا جواب یہ دیں گے کہ:

① اگر آپ آیت کے ظاہری معنی کی مطلقاً اتباع کرنا چاہتے ہیں تو واجب آتا ہے کہ پوری آیت کی اتباع کریں نہ کہ اس کے کسی ایک حصے کی یعنی اہل علم سے رسولوں کی بشریت کے متعلق سوال کریں نہ کہ کوئی اور سوال۔

② یااس آیت کے عموم کا مقصد جاننے کے لئے ائمہ اہل السنۃ والجماعۃ کے مذاہب کی اتباع کریں تب یہ واجب آتا ہے کہ آپ توحیداور اس جیسے دیگر امور میں اس آیت کے مقید ہونے کا اعتبار کریں جو ہم بیان کریں گے۔

اجتہاد اور تقلید

اس کی حقیقت کا تعلق اجتہاد و تقلید کے موضوع سے ہے تقلید ایک جاہل شخص کو اس شخص کی اندھی اتباع کی طرف لے جاتی ہے جسے اہل علم میں شمار کیا جاتا ہو اور اسے اہل علم سے سوال کرنے کا محتاج بنا کر رکھ دیتی ہے اس سلسلے میں ہم ابن قیم رحمہ اللہ کے ایک علمی مباحثے کی طرف اشارہ کرنا مناسب سمجھتے ہیں جو ان کی عظیم کتاب اعلام الموقعین میں صفحہ 187 تا 291 موجود ہے جس میں انہوں نے بڑی وسعت نظری سے مقلدین کے تمام اہم دلائل ذکر کر کے ان کا سورج کی طرح روشن دلائل سے جامع ردّ کیا ہے فرماتے ہیں:

> کوئی بھی بندہ اس وقت تک ہدایت یافتہ نہیں ہوسکتا جب تک وہ اللہ کے اپنے رسول پر نازل کردہ دین کا پیرو نہ بن جائے اور اگر مقلد اللہ کے اپنے رسول پر نازل کردہ دین کا علم رکھتا ہو تو مقلد نہیں رہا بلکہ ہدایت یافتہ ہے اور اگر اللہ کے اپنے رسول پر نازل کردہ دین کا علم نہیں رکھتا تو وہ جاہل ہے گمراہ ہے خود اپنے بارے میں اس کا اقرار کرتا ہے تو اسے یہ کہاں سے معلوم ہو گیا کہ تقلید کر کے ہو ہدایت یافتہ بن گیا یہ مقلدین کے اس موضوع پر پیش کردہ ہر سوال کا جواب ہے اور انہیں کس طرح معلوم ہو گیا کہ اگر وہ ہدایت یافتہ لوگوں کی تقلید کرتے ہیں تو وہ ان کی تقلید کرنے میں بھی ہدایت یافتہ (حق بجانب) ہیں۔۔۔۔۔۔(اعلام الموقعین لابن قیم:189/2)

اس موضوع پر یہ ایک قول فیصل ہے اگر یہ لوگ اپنے دین کا چنداں علم نہیں رکھتے حتی کہ توحید واطاعت کا بھی نہیں تو اس بات کا ادراک کیسے کر سکتے ہیں کہ کسی کی اتباع اولیٰ ہے اور کون اقتداء کا زیادہ حق دار

ہے اورکون لوگ ہدایت یافتہ ہیں کہ ان کی ہدایت کو اختیار کریں اور یہ لوگ جبکہ ان کے قدم پھیل چکے ہیں اور یہ بدعات میں مبتلا ہو چکے ہیں کیا سنت اور سلف کی اتباع کھل کر سکتے ہیں اور کیا یہ خصائص یعنی علمی رتبہ، کسی مدرسے کی سند فراغت اور سلف کی کھلی اتباع کا محض دعوی رجال اور ان کے حقائق کی معرفت کے شواہد بن سکتے ہیں؟ پھر اگر کوئی کہے کہ تم بھی مانتے ہو کہ جن ائمہ کی دین میں تقلید کی جاتی ہے وہ ہدایت یافتہ تھے تو ان کے مقلدین بھی لامحالہ ہدایت یافتہ ہی ہوئے کیونکہ ان کے بعد انہی کی راہ پر گامزن ہیں تو اسے کہا جائے کہ ان کے راستے پر گامزن ہونا لامحالہ ان کی تقلید کو باطل کر دیتا ہے کیونکہ ان کا طریقہ حجت کی اتباع اور اپنی تقلید سے روکنا رہا ہے جیسا کہ ہم ان شاءاللہ ان کے متعلق ذکر کریں گے تو جو حجت چھوڑ کر وہ کام کرے جس نے انہوں نے اور ان سے بھی پہلے اللہ اور اس کے رسول نے روکا ہے تو وہ ان کے طریقے پر نہ ہوا بلکہ اس کا مخالف ہوا ان کے طریقے پر وہ ہے حجت کی پیروی کرے اور دلیل کی اقتداء کرے اور سوائے رسول کے سوا کسی ہستی کا دامن نہ پکڑے کہ کتاب وسنت پر اسے مقدم کر دے اور ان دونوں کو اس کے قول پر پیش کرے یہیں سے اس شخص کا بطلان واضح ہو جاتا ہے جو تقلید کو اتباع قرار دیتا ہے اور یہ وہم اور دھوکہ دینے کی کوشش کرتا ہے یہ تو اتباع کے مخالف ہے اللہ اور اس کے رسول اور اہل علم نے ان دونوں کے مابین واضح واضح فرق بیان کیا ہے اور حقائق بھی یہ فرق بیان کرتے ہیں اتباع تو متبوع کے راستے پر چلنا اور وہی کرنا ہے جو اس نے کیا ہے۔ ہماری گفتگو کا ماحصل یہ ہے کہ جب یہ لوگ حق اور باطل کی معرفت نہیں رکھتے تو یہ کیسے جان سکتے ہیں کہ جن کی وہ تقلید کر رہے ہیں وہ ہدایت یافتہ اور قابل اتباع ہیں؟ پھر اگر یہ لوگ کہیں کہ ان کے بڑے ہمیشہ کتاب وسنت بیان کرتے رہے ہیں اور یہ بتاتے رہے ہیں کہ وہ علَم سلفیت کے حامل اور سنت نبوی کے حامی ہیں اور بندگان نفس یہی دعوی کرتے ہیں کہ وہی علم نبوی اور سنت مطہرہ کے حقیق وارث ہیں۔ بقول شاعر۔

وكلا يدعى وصلاً بليلىٰ   وليلى لا تقر لهم بذاك

ہر ایک لیلیٰ کے وصل کا مدعی ہے جبکہ لیلیٰ ان کے اس دعوے کو قبول ہی نہیں کرتی

ہر دعوی دلیل کی بناء پر قبول کیا جاتا ہے ہم بھی دعوی کرتے ہیں کہ یہ لوگ حق سے منحرف ہدایت سے نابلد سلاطین کے خدام اور حکام کے پیروکار ہیں اور ہماری دلیل ان کی ظاہری حالت اور ان کے اقوال ہیں۔

تقلید مقبول کی حدود

① بلاشبہ تقلید کی تعریف میں توحید وایمان کے مسائل شامل نہیں ہیں ہر مکلّف پر ان کا بدون تقلید علم حاصل کرنا فرض ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے کفار کا یہی عیب بیان کیا کہ وہ اپنے آباء واجداد اور بڑوں کی اتباع کا دعوی کرتے تھے۔ ارشاد فرمایا:

﴿وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَآ اَلْفَيْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَ نَا اَوَ لَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ شَيْئًا وَّ لَا يَهْتَدُوْنَ﴾(البقرہ: ۱۷۰)

یعنی: جب ان سے کہا جاتا ہے کہ جو اللہ نے نازل کیا اس کی طرف آؤ تو کہتے ہیں بلکہ ہم اس کی اتباع کریں گے جس پر ہم نے اپنے آباء کو پایا اگرچہ ان کے آباء نہ تو عقل رکھتے ہوں اور نہ ہی ہدایت یافتہ ہوں۔

نیز فرمایا:

﴿وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَ اِلَى الرَّسُوْلِ قَالُوْا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَ نَا اَوَ لَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ شَيْئًا وَّ لَا يَهْتَدُوْنَ﴾(مائدہ:۱۰٤)

یعنی: جب ان سے کہا جاتا ہے کہ جو اللہ نے نازل کیا اس کی اور رسول کی طرف آؤ تو کہتے ہیں ہمارے لئے وہی کافی ہے جس پر ہم نے اپنے آباء کو پایا اگرچہ ان کے

آباءنہ تو کچھ عقل رکھتے ہوں اور نہ ہی ہدایت یافتہ ہوں۔

بہت سی آیات اس معنی میں بطور نص موجود ہیں سورۃ النمل کی آیت نمبر 43 کے ظاہر کے متعلق بات ہو چکی ہے اس کا انطباق فقہی امور پر تو کیا جا سکتا ہے لیکن توحید کے امور پر نہیں کہ یہ ہر مسلمان پر فرض اور واجب ہے کہ محنت کر کے توحید کی بنیادوں کی معرفت حاصل کرے اور اس بارے میں علماء کی کتب پڑھے انہیں کتاب اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی سنت ثابتہ پر پیش کرنے کے بعد۔

(۲) اس کے بعد یہ بیان ہے کہ اہل ذکر سے کون لوگ مراد ہیں اس مقام پر یہ علماء ہیں اور علماء علی مراتب اور اپنی مخصوص علمی مہارتوں میں مختلف درجات پر فائز ہیں مجتہد علماء ان ادوار میں نادر ہیں ابن قیم رحمہ اللہ وغیرہ نے مجتہد کے یہ اوصاف بیان کئے ہیں کہ کتاب وسنت حدیث وتفسیر اور لغت عربی کا عالم ہو تقوی کی شرط نہیں لگائی۔(اعلام الموقعین:44/1،الموافقات:286/4)

علم اصول کے اجتہاد وتقلید کے ابواب میں یہ مسئلہ متواتر ہے اہمیت کے پیش نظر ہم جس کی تاکید کرنا چاہتے ہیں وہ یہ ہے کہ مجتہد عالم سے بڑھ کر ہوتا ہے کیونکہ عالم تو حدیث کا عالم ہوگا فقیہ یا لغوی نہ ہوگا اور اگر فقہ کا عالم ہوگا تو محدث اور حافظ حدیث نہ ہوگا اگرچہ عالم کے ایک معین درجے تک پہنچنے کے لئے ان تمام علوم کا عالم ہونا لازم ہے تو ہر مجتہد عالم ہوتا ہے لیکن ہر عالم مجتہد نہیں ہوتا یہاں یہ بات اہم ہے کہ حدیث کا عالم بالتبع فقیہ بھی ہوتا ہے اور فقیہ بالتبع محدث بھی ہوتا ہے اور مجتہد مطلق وہ ہوتا ہے جس میں اللہ کے انعام کردہ یہ تمام علوم عقل ،تقوی ،عزم جمع ہو جائیں جیسا کہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے متعلق مشہور ہے کہ ''ایسی کوئی حدیث ہی نہیں جسے ابن تیمیہ نہ جانتے ہوں'' اس نسبت سے وہ فقیہ مجتہد فِرَق اور عقائد کے ماہر علم اصول اور لغت عربی اور تاریخ ومنطق کے امام ہونے (اس کے ثبوت میں ان کی کتاب ''الرد علی المنطقیین'' ہی کافی ہے اس میں وہ خالص منطقی معلوم ہوتے ہیں جیسے غزالی ماہر فلسفی تھے پھر بھی اپنی دو کتابوں ''مقاصد الفلاسفۃ'' اور ''تہافت الفلاسفۃ'' میں فلسفیوں کا بھرپور ردّ کیا ہے) تو جو علم حدیث میں متخصص ہو اور خود کو اس میں بڑا سمجھتا ہو پھر کسی علم شریف مثلاً علم جرح

وتعدیل میں دھوکہ دینا شروع کردے تاکہ پرفریب نوجوانان کی نگاہ میں علماء کے مقام ومرتبے کو گھٹا سکے یہ شخص عالم ہوسکتا ہے نہ مجتہد۔

③ بلاشبہ علمی درجہ اور علمی سند اس کے حامل کی علمی مکانت کی اس میں موجود درجے (پوزیشن) کے اعتبار سے شاہد ہے لیکن یہ محض شاہد ہی ہے اس کی حالت اور علمیت کے مطابق سچی بھی ہوسکتی ہے اور جھوٹی بھی ذرا بتایئے شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ وغیرہ ائمہ اعلام کس جامعہ سے فارغ التحصیل تھے؟ انہوں نے علماء اور محققین سے علم حاصل کیا پھر مرتبہ علم تک پہنچنے کے لئے مباحثے ومناظرے کئے مثلاً عرب عالم کے لئے یہ کافی نہیں کہ اصول دین یا آداب کے کسی جامعہ سے فارغ التحصیل ہو بلکہ یہ بھی ضروری ہے کہ بلکہ لغت کی ابتداء وتحقیق کے کس معاشرے سے بھی منسلک رہا ہو۔علامہ احمد شاکر رحمہ اللہ بیسویں صدی میں عربی لغت کے امام تھے ان کے زندہ کارنامے ''المتنبی'' اور ''قضیۃ الشعر الجاہلی'' کے صورت میں موجود ہیں اور علامہ محمود شاکر رحمہ اللہ کسی جامعہ سے باقاعدہ فارغ نہ تھے۔سلفیت کے یہ دعویدار لوگوں کو اس وہم میں مبتلا کرتے ہیں کہ ان کے پاس اسانید اور علمی سندیں موجود ہیں لہٰذا وہ اپنے دعوے میں سچے ہیں تو صوفیہ اور معتزلہ کے سرکش افراد جو جامعات میں اساتذہ ہیں اور عالی اسانید کے حامل ہیں انہیں کیا کہیں گے؟ بدعت کا کسی سند یا منصب سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔

④ لوگوں کو مستقل دھوکے میں رکھنے کے لئے ان کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے کسی معتبر عالم کی تحریر پیش کرتے ہیں جس میں ان کے متعلق یہ شہادت ہوتی ہے کہ یہ مقالہ یا بحث جو بھی ہو درست ہے اہل السنۃ والجماعۃ کے منہج کے مطابق ہے اور اس کو پیش کرنے والے سلفیت کے خدام ہیں ایسے ہی دیگر اقدام جو یہ لوگوں کو مستقل دھوکے میں رکھنے کے لئے کرتے ہیں کہ وہی اللہ کے دین کے حقیقی وارث ہیں اور گویا کہ وہ تحریر کوئی تعویز ہے جو انحراف سے روکے رکھتا ہے۔اللہ جانتا ہے کہ مقید عالم کی تحریر جسے وہ پیش کرتے ہیں اس کا تعلق ان کی پیشکش کی شروعات اور جسے وہ فروغ دینا چاہتے ہیں اس کے متعلق

چند نصیحتوں سے ہوتا ہے مثلاً نایف العتیبی نے اپنی کتاب ''الحکم بغیر ما انزل اللہ'' کے شروع میں شیخ محمد بن حسن آل شیخ کی شہادت درج کی ہے کہ انہوں نے اس کتاب کا ایک جزء پڑھا ہے اور اسے درست منہج پر قرار دیا ہے۔اس طرح کی اکثر شہادتیں وہ ان مشائخ سے دھوکے فریب اور اہل السنۃ والجماعۃ کے ساتھ چند ایک مسائل میں اتفاق کا دعوی کر کے وہ اپنے چند بدعتی اور ارجائی مذہب کو چھپا کر حاصل کرتے ہیں۔

⑤ بہت سے علماء اساتذہ نے سلفیت کے دعویداروں کی بدعات کا رد کیا ہے مثلاً ڈاکٹر عبدالرحمٰن بن صالح المحمود جو جامعہ ام القری میں عقیدے کے استاد ہیں نے اپنی کتاب ''الحکم بغیر ما انزل اللہ'' میں شہادت دیتے ہیں کہ سلفیت کے یہ دعویدار اہل السنۃ والجماعۃ سے ٹکرانے کی اہلیت نہیں رکھتے ان کی یہ کتاب علمی منہج اور پاکیزہ زبان جو اہل السنۃ کا خاصہ ہے کے اوصاف کے ساتھ ممتاز ہے جبکہ یہ دعویدار اپنے مخالفین کے لئے کسی علمی شرعی یا عقلی دلیل کے بغیر ہی لوہے کی زبانیں رکھتے ہیں ۔ایسے ہی استاد ڈاکٹر محمد ابو رحیم ،شیخ عبدالعزیز الشابجی وغیرہ ائمہ اہل السنۃ اور حقیقی شرعی سلفیوں نے ان کا ردّ کیا ہے بہت کم لوگوں نے مدخلی کے تابعداران دعویداروں سے تنازع کیا ہے کیونکہ ان کے سروں پر ہر موڑ پر گورنمنٹ کا ہاتھ ہے اور کیوں نہ ہو کہ یہی لوگ حکم بغیر ما انزل اللہ کے لئے بنیاد فراہم کرتے ہیں اور لوگوں کی زندگی میں اللہ کے قانون کی حاکمیت کا درجہ گھٹاتے ہیں گویا یہ شراب پینا یا اجنبی عورت کو دیکھنے کی مانند ہے اور جب یہ جان لیتے ہیں کہ معیار تحقیق اور دلیل کا جواب دلیل سے دینے میں قاصر ہیں تو ٹیڑھی ٹیڑھی منطقوں کے ذریعے اپنے تابعداروں کو ان علماء واساتذہ کی کتب پڑھنے سے روک دیتے ہیں اور اپنے ہی پیروکاروں کو عدم اطمینان اور اندیشوں میں مبتلا رکھتے ہیں کہ تم شرع سے جاہل ہو حق کو نہیں جان سکتے نہ اس کی تمیز رکھتے ہو۔

⑥ تم پر اہل علم کی اتباع واجب ہے جو کہ ہم ہیں کیونکہ ہم علم حدیث کے عالم حامی اور سلفیت متبع اور اس کے محافظ ہیں کیا ہم قواعد علم جرح وتعدیل کے حامل نہیں ہیں کیا ہم مجروح کو مجروح اور

ساقط کو ساقط قرار نہیں دیتے اور لوگ ہماری بات پر اعتماد نہیں کرتے؟

⑦ لہٰذا آپ پر لازم ہے کہ اپنی عقل ایک طرف رکھو اور ناموں اور غیروں کی یہ فہرست اپنے پاس رکھو جب بھی زندگی کو درپیش مسائل میں اللہ کا حکم معلوم کرنا ہو رابطہ کرو۔

⑧ ہر وہ عالم جس کی توثیق ہمارے مشائخ نہ کریں وہ متروک اور ساقط ہے اس کی اتباع یا اس کے اقوال کو سننا یا اس کی کتب پڑھنا درست نہیں خصوصاً جبکہ وہ کسی ''معتبر'' عالم کی کسی تحریر کا حامل بھی نہ ہو۔

علم جرح وتعدیل

ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ یہ دعویداران علم جرح وتعدیل سے سرسری تعلق رکھتے ہیں تا کہ اپنے دشمنوں اور مخالفین کو مجروح قرار دے سکیں اس مدخلی بدعت کی بنیاد ربیع المدخلی نے اپنی کتاب ''منہج اہل السنۃ فی نقد الرجال والکتب والطّوائف'' میں ڈالی اس کی اس تحریر کے بعد بے شرمی اور بے ادبی کا ایک سیلاب اُمڈ آیا کہ عام افراد نے اس کی کتاب کو ہتھیار بنا لیا اس کے ذریعے علماء، ائمہ اور داعیان حق پر حملے کرنے لگے اس شخص مدخلی کا معاملہ بڑا عجیب ہے واللہ یہ اس دور کا فتنہ ہے حدیث وعلوم رسول ﷺ سنت کے ردّ میں استعمال کرتا ہے اور یہ دعوی کرتا ہے کہ وہ تنہا اس کا حامی ہے اور جو اس کے اس جھوٹ کا پردہ چاک کریں انہیں جاہل، خائن، سنت، حدیث اور محدثین کا دشمن قرار دیتا ہے (اس کی سائٹ دیکھنے سے اس کے خبیث تجریحی مذہب اور اہل السنۃ سے اس کی دشمنی اور اس کے واضح طور پر مرجئی ہونے کا اندازہ ہو جائے گا ہم نے صرف اتنا ہی ذکر کیا ہے کہ یہ قول وعمل میں فرق کرتا ہے اور عمل کو ایمان میں داخل نہیں مانتا بلکہ اس کی فرع قرار دیتا ہے) یہ بات معلوم ہے کہ علم جرح وتعدیل اسلام کے جزیرہ عرب کے حدود سے باہر پھیل جانے کے بعد دوسری صدی ہجری کے اوائل میں شروع ہوا جب اسلام میں کچھ ایسے لوگ داخل ہو گئے جو اسلام اور مسلمانوں کو نقصان پہنچانا چاہتے تھے اور انہوں نے رسول

اللہ ﷺ پر جھوٹ بولنا اور حدیثیں بنانا شروع کر دیا اس وقت محدثین نے سند کی بنیاد ڈالی اور اسے غلبہ دے کر اس کا مطالبہ کرنے لگے کہ کون حدیث رسول ﷺ کی روایت کا اہل ہے پھر انہوں نے علم جرح وتعدیل ایجاد کرلیا تاکہ جو حدیث رسول بیان کرتا ہو اس کا سچا ہونا، جھوٹا ہونا، ضعیف ہونا یا مجروح ہونا بیان کرسکیں اور سنت رسول ﷺ کو تبدیلی کے امکان سے محفوظ بنا سکیں علماء اور حاملین شریعت نے اس میں کوئی کراہت محسوس نہ کی جیسا کہ مدخلی اپنے پیروکاروں کو باور کراتا ہے کہ یہ علماء کی غیبت، چغلخوری ،اور بے ادبی ہے اور جن علماء کو امت نے قبول کیا ان کے متعلق ناقص شعور ہے۔طبقات رجال کی کتابیں عام طور پر راویان حدیث، ناقدین اور حفاظ حدیث کے متعلق ہوتی ہیں ان میں سے بعض میں رجال کی سیرتیں بھی ہوتی ہیں جیسا کہ ذہبی کی ''سیر اعلام النبلاء'' خلاصہ یہ ہے کہ یہ علم راوی حدیث کے مرتبے کی تحقیق کے لئے وجود میں آیا تاکہ سنت رسول ﷺ کو محفوظ بنایا جاسکے جو علماء رسول اللہ ﷺ سے غلط روایت نہ کرتے ہوں ان کے خلاف یہ علم زیادتی کس طرح ہوسکتا ہے یہ تو مخالف سنت روایت کو دلیل وحجت کے ذریعے منکشف ومعلوم کرنے کا ایک ذریعہ ہے جب ان دعویداروں کو یقین ہوگیا کہ وہ دلیل کا جواب دلیل سے دینے میں قاصر ہیں تو دوسری موزوں طریقہ اختیار کرلیا کہ الفاظ جرح کے لے لئے گویا وہ قینچیاں ہیں جو کسی دلیل وحجت کے بغیر کسی بھی عالم کا مرتبہ کاٹ کر رکھ دیتی ہیں یہی حال ان کے دلائل کو پیش کرنے کا ہے جن سے یہ اپنے نظریات ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں جیسا کہ ہم واضح کریں گے کہ مدخلی اور اس کے بغل بچے عتیبی نے اپنی کتابوں میں کیا ہے۔ان لوگوں نے اپنی نیٹ کی ویب سائٹس پر ان کے نظریات کے مطابق ان کے نزدیک مجروحین کی لسٹیں تیار کررکھی ہیں اور پھر ایسی تنگ نظری کا مظاہرہ کرنے لگے جو امت کو کمزور کردے اور جسے بندے کی بندگی اور وضعی قوانین پر راضی وخوش ہونا ہی کیا جاسکتا ہے جبکہ رسول اللہ ﷺ اس کمزوری اور غافل کردینے والی خرابی سے ہرگز خوش نہ ہوں گے ایک اور بات جس کی طرف اشارہ کرنا ضروری ہے کہ یہ دعویدار لوگ حکام کو ڈھال بناتے ہیں اس طرح کی لسٹیں جاری کرنے کا مقصد یہی ہے کہ داعیان حق

اور علماء اہل السنۃ کو خوفزدہ کیا جائے اس کی زندہ مثال بلال فلپس ہے کہ ان ظالموں کے ساتھ کیئے جانے والے اس کے مناظرے میں لوگ یہ اسے خارجی اور سروری قرار دیتے ہیں اس بناء پر کہ اس نے لندن میں واقع مجلس اسلامی کے مرکز میں لیکچر کی دعوت کو قبول کر لیا تھا اور اگر وہ روم کے کسی کنیسے میں لیکچر کی دعوت قبول کر لیتا تو یہ اسے ہرگز ان القابات سے نہ نوازتے۔اسی لئے بلال کو توحید سے متعلق اپنی کتاب میں تبدیلی کرنی پڑی جب ان مدخلیوں نے اسے خوفزدہ اور دھمکانے کے لیے اس کا نام مجروحین (جو جرح اگر کوئی مخالفت میں کرے تو وہ اسے غیبت سمجھتے ہیں) کی لسٹ میں شامل کر دیا۔

چھٹی فصل

نئی نسل کو اس نقاب پوش ارجائی فتنے سے خود کو دور رکھنے کی دعوت!

اگر مسئلہ دین اللہ کے قانون کے مرتبے اور توحید کے فہم میں محض غلطی تک ہوتا تو اہل السنہ کے ہاں رائج حدود کے تحت عموماً اسے قبول کرلیا جاتا اس گروہ کے ساتھ معاشرت اس وقت تک جائز ہوجاتی جب تک اللہ تعالیٰ انہیں حق سے آشنا کردیتا جیسا کہ اخوان المسلمون کے ساتھ عنقریب ہونے والا ہے۔

لیکن اس جماعت کا معاملہ بڑا دوررس اور خراب انجام ہونے والا ہے ان کے ان سالیب نے جو ہم نے بیان کئے مجبور کردیا کہ نوجوانوں کو اس گروہ سے دور رکھا جائے اور ان کے باطل کو توڑ دیا جائے اور انہیں اس عظیم دین سے نسبت نہ ہونے کی بناء پر بے کار اور بے فائدہ قرار دیا جائے اس بدعتی تحریک نے ایک نسل تیار کی جس کی خصوصیات درج ذیل ہیں:

① خود کو عاجز کردینا، جھک جانا

اس جماعت کے پیروکاروں کی یہ بنیادی صفت ہے کہ وہ اپنے پیروکاروں کی تربیت اسی نہج پر کرتے ہیں کہ جو بھی حکومت میں شامل ہو اس کے آگے جھک جاؤ اس سے ہمارا مقصد یہ نہیں ہے کہ اس وقت گورنمنٹ یا حاکم کے خلاف خروج کرنا واجب ہے تو یہ خروج ہی کریں بلکہ یہ لوگ اس کا انکار کردیتے ہیں حتی کہ محفوظ تنقید بھی نہیں کرتے حالانکہ ان سے پہلے کے مرجئہ نے بھی ایسا نہیں کیا یہ مکمل طور پر اس

ڈگر پر پہنچ چکے ہیں جو صوفیہ نے اپنے پیروکاروں کے ساتھ کیا ہے کہ شیخ کے منصب کو مطلقاً بزرگ مانا جائے اور اسلامی تشخص کے منفرد گھر کو تنگ کر دیا جائے حالانکہ مشائخ کی اس تقلید کو محفوظ عقل سلیم ہرگز قبول نہ کرے گی دراصل طریقے مختلف ہیں نتائج ایک ہی ہیں بالآخر یہ دونوں اہل السنۃ والجماعۃ کے منہج کے آگے ڈھیر ہو جاتے ہیں۔

۲ مسلمانوں کی مشکلات سے عدم دلچسپی ولاپرواہی

یہ سلفیت کے دعویداروں کے منکر خطوط کا فطری نتیجہ ہے اور نوجوانان امت کے نزدیک قابل قدر علماء ودعاۃ کے متعلق معیوب الفاظ اور جھوٹے الزامات ہی نوجوانان امت کے ان دونوں گروہوں کے مابین بُعد کا سبب ہیں علاوہ ازیں یہ علماء اور نوجوانان طاغوتی حکمرانوں اور بدعتیوں کے ہاتھ مضبوط کرتے ہیں اور ان کی مدد کرتے ہیں اور اس عمل کو شریعت سے خارج قرار دیتے ہیں اس صورت میں ان کے لئے بہتر یہی تھا کہ ایسی سیاست سیاستدانوں کے لئے ہی چھوڑ رکھیں اس اعتبار سے وہ خوارج میں سے ہوئے۔

۳ مرعوبیت اور ذہنی شکست

جو کچھ بیان کیا جا چکا ہے اس کا طبعی نتیجہ یہ مرعوبیت اور ذہنی شکست ہے جس پر دعویداروں کے پیروکاروں کی تربیت کی جاتی ہے چنانچہ یہ لاپرواہی ہی دراصل مرعوبیت کا اور حالات حاضرہ کی کڑواہٹ کو مان لینا اور اس کے آگے سر تسلیم خم کر لینا شکست کا سبب ہیں اور یہ بات تو واضح ہے کہ طاغوت کی حکمران ایسی ہی صفات پسند کرتے ہیں اس لئے ہمیشہ سے کہا جاتا رہا ہے کہ ارجائیت بادشاہوں کا پسندیدہ دین ہے کیونکہ یہ انہیں فساد کی اجازت دیتا ہے اور رعایا کو اسی فساد کے ذریعے ان کا مطیع بنا دیتا ہے لیکن سلفیت کے ان دعویداروں نے اپنے پیروکاروں کو اس فساد نہیں بلکہ علم جرح وتعدیل کے دھوکوں اور جہل سے مزین علمی اسانید ومراتب کے ذریعے فرمانبردار بنایا ہے۔

④ شریعت سے جہالت

ان دعویداروں کا اپنے پیروکاروں کو اپنے مخالفین کے نظریات جاننے اوران کی کتب پڑھنے سے روکنے کا نتیجہ ہے یہ کسی کو بھی متروک قرار دیتے ہیں جس کا نتیجہ شریعت سے عمومی جہالت کی صورت میں نکلتا ہے جو پیروکاروں کو اندھیرے میں رکھتی ہے کیونکہ وہ صرف وہی پڑھتے ہیں جو انہیں پیش کیا جائے انہیں اختیار اور تحقیق کی آزادی ہی حاصل نہیں لہٰذا وہ جاہل ہی رہے اوران پر اہل علم سے سوال کرنا واجب ہوا ایسے ہی دیگر دھوکے حیلے۔

⑤ خودکو بڑا سمجھنا اور بے ادب ہونا

یہ پیروکاروں کو اپنے بڑوں سے وراثت میں ملی ہوئی ایک عادت ہے جیسا کہ ہم ذکر کر آئے ہیں شریعت اور شرعی علوم سے جہالت اور کوتاہ نظری کے باوجود ان کے بڑے مصطلح حدیث کی مبادیات پر اکتفاء کرتے ہیں اور ہر وقت اپنے پیروکاروں پر اسی کا رعب جھارتے ہیں ان کے پیروکار دھوکے میں آ کر اپنے بڑوں کو علماء وائمہ برحق سمجھ کر ان کی پیروی اور امت کے نزدیک مقبول ائمہ کی شان گھٹانے میں لگ جاتے ہیں حالانکہ کوئی بشر غلطی سے مبرا نہیں اس طرح بڑائی کے احساس میں مبتلا ہو کر یہ لوگ اپنے علم ودین اور عقل وشعور میں بڑھ کر علماء وائمہ کی بے ادبی کرتے ہیں۔

خاتمہ

ہم اپنے اس کتابچے میں سلفیت کے دعویداروں کے بنیادی نظریات اور سلفیت کی حمایت اور علم نبوی کی وراثت کے حامل ہونے کے متعلق ان کے پروپیگنڈے کو بیان کیا ہے اور واللہ یہ باتیں کبھی ہنساتی ہیں اور رلاتی ہیں۔اس کا اکثر حصہ ہم نے ان کے پیروکاروں پر ان کے اثرات کے بیان میں رکھا ہے ہمارا ایمان ہے کہ اگر ان کے بیان کردہ اس فساد کی اصلاح کی کوئی امید ہے تو وہ صرف ان کے

پیروکاروں کے بدعت سے سنت کی طرف آجانے کی ہے خود ان کے بڑوں کے متعلق نہیں کیونکہ بدعتی سے توبہ کی امید نہیں کی جاسکتی جیسا کہ ہمارے سلف صالحین اپنے وقت کے گمراہوں کے متعلق فرماتے تھے اور پیروکار تو پھر پیروکار ہی ہیں ہم اللہ سے دعا گو ہیں کہ وہ حق کے حامی و مطیع بن جائیں نہ کہ باطل کا حصہ رہیں۔

ہم بڑے وثوق سے کہتے ہیں کہ یہ دعویداران:

① **مرجئہ ہیں:** جبکہ مسئلے کا تعلق ان امراء و حکام سے ہو اللہ کے نازل کردہ کے بغیر قانون سازی کرتے ہیں۔

② **خوارج ہیں:** اہل السنہ کے متعلق اپنے موقف کے تعلق سے یہ ایسے ہی ہیں جیسا خوارج کے متعلق کہا گیا کہ وہ بت پرستوں کی مسلمانوں کے قتل میں مدد کرتے ہیں۔

③ **صوفیہ ہیں:** اپنے پیروکاروں کی تربیت اور انہیں مشائخ کے اس منصب کے آگے جھکانے کے تعلق سے جو صوفیہ کے نزدیک اولیاء کا ہم معنیٰ ہے۔

④ **سیکولر ہیں:** سیاست کو دین و شریعت سے الگ کرنے کے تعلق سے حالانکہ اللہ نے ہر مکلّف کے لئے اسے لازم کیا ہے کیا یہ لوگ عمر رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان بھول جاتے ہیں کہ: ''تم لوگ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اور اللہ نے جو مجھے تمہارا امیر بنایا ہے اس کے متعلق خیر خواہی کرنے پر میری مدد کرو'' (الخراج از ابو یوسف: ص 140)۔ حاکم کا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اور خیر خواہی کرنا عمر رضی اللہ عنہ نے یہ فہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے حاصل کیا جسے یہ دعویدار نہ سمجھ سکے۔ اور جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں کہ ان کی اس حالت سے سوائے جہالت، اندھی تقلید، مشائخ کے آگے سر تسلیم خم کرنا اور جھکنے، معترض کو دھتکار دینے، لاپرواہی، مسلمانوں کے مقابل دشمنان دین کی صفوں میں کھڑے ہونے کے

اور کچھ حاصل نہیں ہوتا جیسا کہ ان کے عمل سے قطعاً ثابت ہے خواہ وہ کچھ بھی کہتے رہیں۔آخر میں ہم ان نوجوانوں سے جوان کے دھوکوں میں گرفتار ہیں یہ کہنا چاہتے ہیں کہ:

- دعویداروں کے ان جھوٹے اور پرفریب کلمات کے دھوکے میں نہ آئیں جیسے ''متروک'' یا لیس بشیٔ (کچھ بھی نہیں)وغیرہ جو اپنے مقام تو حق ہیں مگر جس مقام کے لئے انہیں دعویدار استعمال کرتے ہیں وہ باطل ہیں۔
- ان کے ان خطرناک نظریات اوران کے نتائج سے اپنے آپ کو بچائیں کیونکہ نتیجہ اس کے درست یا غلط ہونے پر شاہد ہے وہ مقدمات درست نہیں ہو سکتے جن کا نتیجہ علماء کو گالی دینا اورانہیں کمتر سمجھنا ہو یہ محض ایک اورفرقہ پروری ہے خواہ اس کی کچھ بھی دلیل دیں۔اور وہ مقدمات بھی درست نہیں ہوسکتے جن کا یہ نتیجہ یہ نکلے کہ دین وشریعت کی اتباع کرنے اوراسے قانون ماننے والوں سے دشمنی رکھی جائے اور جوان داعیان حق کو قتل کریں اوراپنے لشکروں کو تیار رکھے دشمنان امت کی سرکوبی کے لئے نہیں بلکہ ان کے بقول اسلامی ریلے کو روکنے کے لئے گویا اسلامی ممالک میں بہت سے اسلامی ریلے موجود ہوں۔یہ مقدمات درست نہیں ہوسکتے خواہ اس کے کیسے ہی دلائل دیں۔جیسا کہ عمر رضی اللہ عنہ نے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے اپنے خطاب میں فرمایا تھا کہ:''تمہارے پاس جو جھگڑا فیصلے کے لئے آئے اسے خوب اچھی طرح سمجھواس میں خوب غوروفکر کرو'' یہ فیصلہ کن خطاب ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے ان دعویداروں کو محروم رکھا ہے جو خلیج کی پہلی جنگ کے بعد راتوں رات خاص منصوبے کی تکمیل کی خاطر ظاہر ہوئے۔

اے سلطنت کے بادشاہ تو ہمیں حق ہی دکھا اوراس کی اتباع کی توفیق دے اور باطل کو باطل ہی دکھا اور اس سے اجتناب کی توفیق دے اوراس راستے کی ہدایت دے جس پر چل کر تیرے دین کی اتباع ہو تیرے داعیان اورعلماء حق دوستوں کی اتباع ہو جودعوت کے ذریعے تیرے دین کی مدد اور حاکم اورمحکوم کی خیرخواہی کرتے رہے۔یقیناً تو سننے والا دیکھنے والا ہے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العالمین.

ڈاکٹر طارق عبدالحلیم حفظہ اللہ

عتیبی کی کتاب

''الحکم بغیر ما انزل اللہ'' کا ردّ

بسم اللہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ.

وَ اِنَّ اَوۡهَنَ الۡبُیُوۡتِ لَبَیۡتُ الۡعَنۡکَبُوۡتِ لَوۡ کَانُوۡا یَعۡلَمُوۡنَ

تمام گھروں میں سب سے کمزور مکڑی کا گھر ہے کاش وہ جانتے ہوں۔ (العنکبوت:۵۱)

الارقام سینٹر کنیڈا

مقدمہ

ہر تعریف اللہ کے لئے جس نے حق ظاہر کیا اور اسے نور عطا کیا جسے ہر وہ شخص جان سکتا ہے جو رسول اللہ ﷺ کی سیرت کو راہنما بنائے اور اس کے دل پر خواہشات و بدعات کے اندھیروں کا راج نہ ہو اور اس کا فہم تحریف و ہیر پھیر کے جرثوموں سے آلودہ نہ ہو۔اس کے بعد،

ایسی بہت سی تالیفات ہیں جو اہل السنۃ والجماعۃ کا نام استعمال کرتی ہیں جبکہ فی الحقیقت وہ اہل السنۃ والجماعۃ کے منہج نظر واستدلال کے خلاف ہوتی ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے مؤلفین اہل السنۃ کے چند مفاہیم وقواعد کو بنیاد بناتے ہیں جبکہ حقیقت میں اہل السنۃ والجماعۃ کا منہج نظر اس سے کہیں بڑھ کر ہوتا ہے محض قواعد واحوال کسی مذہب وتصور کی بنیاد نہیں بن سکتے بلکہ اس سے زیادہ اہم یہ ہے کہ ان قواعد واصول کو جاری اور مرتب کیا جائے کہ اس سے جو استنباط حاصل ہو وہ مقررہ اصولوں ،فروع ثابتہ ،کلیات عامہ اور جزئیات خاصہ کے مطابق ہو اگر اصول وقواعد میں اس زاویہ نگاہ سے دیکھا جائے تو ان سے بدعت کے صدور کا امکان نہیں رہتا جیسا کہ عتیبی ایسا نہیں کرتا ہماری زیر بحث عتیبی کی کتاب کے ابتدائی صفحات پڑھ کر قاری اس نتیجے پر پہنچ جائے گا کہ اس کا مؤلف ایسی ہی غلطی پر ہے بلکہ اس سے بھی بڑھ کر جیسا کہ ہم آئندہ ثابت کریں گے ان شاءاللہ ان تمام غلطیوں کی بنیاد اللہ کی نازل کردہ اور انبیاء کی بیان کردہ توحید کا غلط فہم ہے کہ جس توحید کی اساس و بنیاد اکیلے اللہ کے تمام احکام کی مطلقاً اطاعت (یعنی ہر شرط اور قید سے خالی اطاعت) ہے جبکہ ان لوگوں نے اس مطلق اطاعت اور عام اطاعت دونوں ہی کو برابر قرار دے دیا ایسی مطلق قانون سازی اور عام قانون سازی (جو عوام الناس اپنے معاملات کی انجام دہی کے لئے کرتے ہیں)ان دونوں کو برابر قرار دے دیا۔حالانکہ توحید کے معنی اور تعریف سے واقف شخص ان دونوں کے مابین فرق جانتا ہے ایسے ہی انہوں نے اللہ کی شریعت کو مطلقاً حاکم ماننے اور اس کے سوا ہر قانون کے مطلقاً معتبر نہ ہونے کو شریعت کی ان فروعات کی مانند

قرار دے دیا جو ایک نبی سے دوسرے نبی تک مختلف ہوتی رہتی ہیں پھر انہوں نے اسے احکام شرعی میں سے قرار دے دیا جبکہ یہ اپنی تعریف کے مطابق اپنی عام مطلق کلی کے تابع ہے اس طرح وہ درست منہج اور سیدھے رستے سے گمراہ ہو گئے۔

عتیبی کے مؤقف کا خلاصہ یہ ہے:

① وہ کسی مسلمان کو صرف اعتقاد کی بناء پر ہی کافر قرار دیتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ کوئی مطلقاً کفر نہیں ہو سکتا اگر چہ اپنی کتاب میں اس کے علاوہ بھی دعوی کیا ہے۔

② تمام افعال کا ایک ہی درجہ ہے خواہ عقیدے سے متعلق ہو یا فرع سے۔

③ اعمال طاعت اور اعمال توحید ایک جیسے ہیں ان میں کوئی فرق نہیں۔

④ ظاہر میں صرف مکذّب یعنی جھٹلانے والے کی تکفیر کی جائے گی جاحد اور مستحل کا کفر اسی وقت ظاہر ہوتا ہے جب وہ تصریح کر دیں۔

کتاب کے سرورق پر ایسی تدلیس موجود ہے جو کسی عالم شخص سے سرزد نہیں ہو سکتی وہ یہ ہے کہ جہاں درمیان میں مولف کا نام آنا چاہیئے تھا وہاں فضیلۃ الشیخ محمد بن حسن آل شیخ کا نام لکھا ہوا ہے تا کہ یہ دھوکہ اور وہم دیا جا سکے کہ اس کتاب کو شیخ کی مکمل سرپرستی حاصل ہے پھر پہلے صفحے پر شیخ کی تفریظ ہے جس میں انہوں نے صراحت سے لکھا ہے کہ ''انہوں نے اس کتاب کا صرف ایک حصہ پڑھا ہے'' اور ہم نہیں جانتے کہ وہ کون سا حصہ ہے لیکن اتنا یقین ضرور ہے کہ یہ مختلف گوشے ہوں جو اس طرح مرتب ہوں گے جن سے یہ وہم پیدا ہو کہ یہ اہل السنہ کی حمایت میں ہیں پھر جب عتیبی نے اسے طبع کرنا چاہا ہو گا اس وقت شیخ نے اس کتاب کا مکمل رخ نہ دیکھا ہو گا۔

اس شخص کی چالاکی میں کوئی شک نہیں کیا جا سکتا کیونکہ اس نے مرجئہ اور ان کے مذہب کے شبہات کی خود سے نفی کی ہے (صفحہ 25 وما بعد) اور ناقص اور کمزور غیر شافی وکافی طرز پر ان کی تردید کی ہے جو

بعض اوقات اس کے اپنے ہی خلاف جاتی ہے نہ کہ حق میں جیسا کہ ہم بیان کریں گے ہم اس کتاب کی مباحث یکے بعد دیگرے بیان کریں گے اور ان میں جو باتیں اہل السنۃ والجماعۃ کے نزدیک حق ہیں ان کی تائید کریں گے اور جو سلفیت کے دعویداروں کے نظریات کے متعلق ہیں جیسا کہ ہم بتا چکے ہیں ان کا قلع قمع کریں گے (ملاحظہ ہو ''ادعیاء السلفیة مذاهبهم و انحرافاتهم'' از طارق عبدالحلیم یعنی کتاب کا انگلش ترجمہ بعنوان: The Counterfiet of Salafis کنیڈا 2004ء) ان فقرات کا یہ مقصد نہیں کہ ہم ''اللہ کے نازل کردہ کے مطابق حکم کرنے'' کے خلاف دلیل قائم کریں گے کیونکہ سلف وخلف میں سے ہر اس شخص کے نزدیک جسے اللہ تعالیٰ نے نظر سدید سے نوازا ہو اس موضوع کا ایک خاص مقام ہے بلکہ یہ مقصد ہے کہ لوگوں کے مابین پھیلائے گئے اس کے دیگر پہلوؤں کی تردید کی جائے کیونکہ جو ایام ہم بسر کر رہے ہیں ان میں مقاصد ومفاہیم اختلاط واضطراب کا شکار ہیں اور اعمال قصد وفہم کے اعتبار سے بے راہ روی میں مبتلا ہیں لیکن پھر بھی ہماری کوشش ہوگی کہ اہل السنۃ والجماعۃ کے مذاہب کو مختصر طور پر ثابت کریں اور عتیبی کے بیان کردہ دعوی سلفیت کا پول کھولیں جس کی بنیاد گول مول دلائل اور من گھڑت اصول ہیں۔

بحث اوّل: قواعد جن کا جاننا ضروری ہے

اس میں عتیبی نے چھ قواعد سے بحث کی ہے جن کے ذریعے وہ توحید کے ستون گرا کر اپنے مذہب کو ثابت کرنا چاہتا ہے اور اس پر یہ عنوان کہ ''جن قواعد کا جاننا واجب ہے'' ڈال کر یہ وہم دینا چاہتا ہے کہ ان کا جاننا واجب ہے اور ابتداء ایسے کرتا ہے کہ ان میں کوئی اختلاف نہیں ہے جبکہ یہی اختلاف کی بنیاد ہیں۔

① عتیبی اپنے پہلے قاعدے میں بیان کرتا ہے کہ:

''اللہ کے نازل کردہ کے مطابق حکم کرنا'' ہر مسلمان پر فرض ہے اس تمہید کا مقصد یہ ہے کہ قاری کے دل

میں اپنا گھر کر لے اس سے پہلے کہ ''اللہ کے نازل کردہ کے بغیر حکم کرنے'' کی کفریہ صورت یعنی مطلق قانون سازی کو معمولی قرار دینے کی کوشش کرے چنانچہ پہلے ''اللہ کے نازل کردہ کے مطابق حکم کرنے '' کی اہمیت کو ذکر کرتا ہے لیکن حقیقت یہی ہے کہ اس نے اسے شریعت کی فروعات کے برابر قرار دیا ہے خواہ سلبی ہو یا ایجابی نماز، زکاۃ، داڑھی رکھنا، پردہ کرنا یہ سب فرائض ہیں ایسے شراب نوشی، زنا، اجنبی عورت کو دیکھنا حرام ہیں اور انہیں چھوڑنا ہر مسلمان پر فرض ہے تو کیا وہ شخص جو اللہ کے نازل کردہ کے بغیر قانون سازی کرے اور لوگوں کو اس کا غلام بنا دے اور وہ شخص جو داڑھی کاٹ ڈالے برابر ہو سکتے ہیں؟ اگر سچے ہو تو کوئی دلیل پیش کرو یہ اعتراض درست نہیں کہ فرائض کے مختلف درجات ہیں کیونکہ بہرحال فرض کے درجے سے الگ نہیں اور جو فرق کرتا ہے وہ اسے واضح کرے اس کی تعریف کرے۔

② دوسرے قاعدے میں یہ بیان کرتا ہے کہ:

''مکفرات یعنی کفریہ اعمال میں سے کسی کے ارتکاب سے کفر لازم نہیں آتا'' یہ عام کلام ہے جس کی کفر اکبر کے امور کے ساتھ تخصیص ضروری ہے جن میں علم اور بلاغ (یعنی رسالت پہنچنے) کی شرط نہ لگائی گئی ہو بصورت دیگر رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے قبل کفار قریش کافر نہ ہوئے (کیونکہ نہ انہیں علم تھا نہ ان تک رسالت پہنچی اور وہ کفر اکبر بھی کرتے تھے) یہ خلاف اجماع ہے پھر اگر اس کلام کو ظاہر پر حمل کیا جائے تو اس پر کوئی غبار نہیں اِلَّا یہ کہ متکلم کا مذہب معروف ہو اور وہ مکفرات یعنی کفریہ اعمال جن کے مرتکب کی محض ارتکاب کی بناء پر تکفیر نہ کی جائے چند طرح کے ہیں: شریعت میں اس کفر کا اطلاق نہ کیا جائے یعنی وہ کفر عملی یا کفر اصغر کی قبیل سے ہوں جیسے سنت میں بھاگے ہوئے غلام اور شوہر کی ناشکری بیوی پر کفر کا اطلاق کیا گیا ہے یہ کفر اکبر اس وقت ہی کہلائے گا جب ایسا کرنے کو حلال سمجھ لیا جائے۔ بعض کے کفر ہونے پر اجماع ہے مثلاً عام یا کلی قاعدے یا کسی متواتر یا ضروری علم دین کا انکار کر دینا ان کا منکر اسی وقت کافر ہوگا جب اسے علم ہو یا اس تک پہنچ جائے اس بحث کا مقام کفر جہل کی قبیل سے

ہے (اس کی تفصیل کے لئے ہماری کتاب ’’الجواب المفید فی حکم جاہل التوحید‘‘ ملاحظہ ہو) جو مجموعۃ الموحدین کی جانب سے شائع کی گئی ہے) وہ مکفرات یعنی کفریہ اعمال جن کا مرتکب علم و بلاغ کی حجت کے بغیر ہی کافر ہو جاتا ہے وہ ہیں جن کا تعلق توحید سے ہو جو دین کی بنیاد اور رسالت کا ماحصل ہے ہم عتیبی سے پوچھتے ہیں کیا رسول اللہ ﷺ پر سب وشتم کرنا اس کے عام قاعدے کے تحت ہے (اس بارے میں ابن تیمیہ کی کتاب ’’الصارم المسلول علی شاتم الرسول‘‘ ملاحظہ ہو) یا اس سے سب وشتم مستثنیٰ ہے اور عموم میں اگر استثناء کر دیا جائے تو اس کا عموم باقی نہیں رہتا اس خاص ہونا ہی درست ہے۔

۳ تیسرا قاعدہ کہ:

’’حاکم کے کفر سے اس کے خلاف خروج کا جواز لازم نہیں آتا‘‘ درست یہ تھا کہ یوں کہیں کہ ’’حاکم کے کفر سے اس کے خلاف خروج کا جواز ہر حال میں لازم نہیں آتا اِلَّا یہ کہ خروج کے جواز کی تمام معتبر شروط پائی جائیں جیسے قدرت وغیرہ‘‘ ہم یہ نہیں کہیں گے کہ عتیبی ان کا مخالف ہے کیونکہ بعد میں اس نے ان شروط کا اقرار کیا ہے ان دونوں جملوں میں جو چیز فرق کرتی ہے یہ وہ پہلو ہے جو عتیبی کے نص میں ہے کہ اصل خروج کا جائز نہ ہونا ہے جبکہ یہ درست نہیں کیونکہ اصل عتیبی کی ذکر کردہ لازمی شروط پائے جانے کے وقت اس جیسے حاکم کو زائل اور ختم کرنا ہے پھر بھی ہم عتیبی کی بیان کردہ دوسری شرط کہ ’’حاکم پر حجت قائم کی جائے‘‘ کی وضاحت کو ضروری سمجھتے ہیں کہ اس شرط کا مطلب ہے یہ شرط عتیبی کے اس قاعدے کے تحت ذکر کردہ نصوص سے تو ثابت نہیں ہوتی بلکہ ان تمام نصوص میں کسی استثناء کے بغیر قدرت کی شرط ہے کہ اس کے بدلے میں کسی مسلمان کو لایا جائے اور اس خروج میں کوئی بڑا فساد نہ ہو یہ سب درست ہیں لیکن عتیبی یہاں یہ شروط کہاں سے لایا یا یہ خود اس کی اضافہ کردہ ہے تا کہ اپنی تدلیس کے لئے ابتدائی بنیاد فراہم کر سکے۔ پھر عتیبی کے نزدیک اقامت حجت کی کیا شروط ہیں کیا یہ کہ وہ خود کسی بھی حاکم کے مقابل جا کھڑا ہو اور اس کے سامنے اسلام اور توحید کی تشریح کرے پھر اگر وہ تکبر

کرے اور نہ مانے تو اقامت حجت درست ہوگی یا یہی کافی ہے کہ کوئی بھی کھڑا ہو جائے یا یہ کہ جہالت کے منافی علم منتشر ہو کہ لوگوں پر اللہ کے حکم کو قائم کرنے کا مطالبہ کرنے والے لوگوں کی جانب سے جاری کردہ کتب ولٹریچر اس بارے میں گفتگو کرتا ہو جن میں دلائل و براہین بھی موجود ہوں کیونکہ حجت کو سمجھنا یا قبول کرنا حجت کو قائم کرنے اور پہنچانے سے الگ ہے (ملاحظہ ہو الجواب المفید صفحہ 118 بحوالہ ''رسالة الكفر الذى يعذر صاحبه بالجهل و الذى لايعذر ''از علامہ ابوبطین رحمہ اللہ) بسا اوقات حجت ڈائریکٹ پہنچانے یا جہالت کے منافی علم کے منتشر ہونے سے بھی قائم ہو جاتی ہے رسول اللہ ﷺ نے ہر حربی و مقاتل کافر کو انفرادی طور پر حجت قائم نہیں کی بلکہ جس علم کی طرف آپ کی دعوت تھی اس کے منتشر و عام ہونے کو ہی اقامت حجت کے لئے کافی جانا (عتیبی نے اپنی کتاب میں ''وجادلهم بالتي هي احسن '' کے عنوان کے تحت حکام سے متعلق مسئلے کی طرف راہنما ایک علمی مناقشے کا اضافہ بھی کیا ہے اور اپنے موقف کے لئے درج ذیل قول سے دلیل لی ہے: شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اپنے فتاوی:434/16 میں فرماتے ہیں کہ: ''ہر مخطی کافر نہیں ہو سکتا خصوصاً ان باریک مسائل میں جن میں امت کے مابین بہت اختلاف ہے'' نیز فتاوی:466/12 میں فرماتے ہیں: کسی کے لئے جائز نہیں کہ وہ کسی مسلمان کی تکفیر کرے اگرچہ وہ غلطی اور خطاء کرے حتی کہ اس پر حجت قائم کر دی جائے اور اس پر حجت واضح ہو جائے اور جس شخص کا ایمان یقین کے ساتھ ثابت ہو تو وہ شک کی بناء پر زائل نہیں ہوگا بلکہ اقامت حجت اور شبہے کو زائل کرنے کے بعد ہی زائل ہوگا saaid.net/ahdath/wj1.htm''۔ ہم بتا چکے ہیں کہ ابن تیمیہ خطاء کار اور گناہ گار کے متعلق محو گفتگو ہیں اور ہم اللہ کے نازل کردہ کے بغیر قانون سازی کی صورت میں حکم کرنے کو گناہ تسلیم نہیں کرتے لہٰذا اس اختلاف پر یہاں سے دلیل لینا درست نہیں اور باریک مسائل سے ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی مراد وہ مسائل ہیں جو صفات باری تعالیٰ سے متعلق ہوں جیسا کہ صفت قدرت کے متعلق گفتگو کرتے ہوئے ایک حدیث پیش کی ہے جس میں ایک شخص نے اپنی راکھ کو بکھیرنے کی وصیت کی تھی اس موقع پر

ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے یہ بات لکھی ہے ملاحظہ ہو ہماری کتاب ''الجواب المفید'' یعنی یہ اس شخص کے متعلق ہے جس سے مخفی مسائل میں لاعلمی کی بنیاد پر کفر صادر ہو نہ کہ کتاب وسنت اور معتبر علماء کے اجماع سے ثابت شدہ مسائل کے متعلق)۔

④ چوتھا قاعدہ کہ:

اعمال میں اصل میں عدم تکفیر ہے اور اسی اصل پر ہی تکفیر طاری ہے اور اس سے منتقل کر دیتی ہے ''قاعدے کی ظاہری وضع باطنی ارجائیت کا پتہ دیتی ہے کیونکہ اعمال کی کوئی اصل نہیں ہوتی بلکہ وہ علتوں یا بنیادوں کے ماتحت ہوتے ہیں ہم نہیں جانتے کہ عتیبی یہ قاعدہ کہاں سے لے کر آیا ہے اگر وہ یہ کہتا کہ کچھ اعمال ایسے بھی ہیں کہ بظاہر ان کے مرتکب کی تکفیر نہیں کی جاتی تب یہ درست ہوتا لیکن تمام اعمال کے متعلق عموماً یہ کہنا کہ ان میں اصل عدم تکفیر ہے یہ کہیں سے ثابت نہیں اور وہ شخص جس کا اسلام ثابت ہو پھر وہ گناہ کر بیٹھے یا کوئی تاویل کرے تو علماء نے اس کے اسلام سے خارج ہونے میں اختلاف کیا ہے جیسا کہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ سے منقول ہے ابن عبدالبر رحمہ اللہ کا کلام صریح واضح ہے کہ وہ اس شخص کے متعلق ہے جو گناہ کرے یا تاویل کرے نہ کہ مطلقاً ہر فعل کے متعلق اور اگر ہم عتیبی کا تحریفانہ وتدلیسانہ انداز اختیار کر لیں تب ہم بھی ابن عبدالبر رحمہ اللہ کے کلام کو اس شخص کے متعلق قرار دیں گے جو گناہ کرے (اسے مراد فعل ہے جیسا کہ عتیبی کا استدلال ہے) یا تاویل کرے (تاویل اعتقاد میں ہوتی ہے فعل میں نہیں) یعنی کوئی بھی فعل کرے یا اعتقاد رکھے اصل یہی ہے کہ اس میں اس کی تکفیر نہ کی جائے خواہ فعل یا اعتقاد کیسا ہی ہو ایسی بات سلف وخلف میں سے کوئی نہیں کہتا لیکن اللہ کی اپنی مخلوق میں مختلف عادات ہیں۔

⑤ پانچواں قاعدہ:

اس بات کی دلیل کہ عتیبی توحید سے بالکل واقف نہیں اور اس بات کی بھی کہ وہ خوارج کے دلائل کو جس

طرح چاہتا ہے مرجئہ کے دلائل کے ساتھ خلط ملط کر دیتا ہے اس نے جو قاعدہ بنایا ہے وہ یہ ہے کہ: ''اللہ کے نازل کردہ کے مطابق حکم کرنے کا مسئلہ کسی خاص شخص کے ساتھ خاص نہیں ہے'' پھر یہ کہتا ہے کہ جو بھی کوئی حکم کرے خواہ اپنے بارے میں یا دو شخصوں کے مابین حتیٰ کے باپ اپنی اولاد کے متعلق اور استاد اپنے طلباء کے متعلق تو وہ بھی اللہ کے نازل کردہ کے بغیر حکم کرنے والا ہوا جو لوگ اللہ کے نازل کردہ کے بغیر حاکم کی تکفیر کے قائل ہیں وہ ان بھی تکفیر کریں پھر اس پر ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا ایک قول پیش کیا ہے جس میں کوئی ایسی دلالت نہیں ہے ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا فرمان قاضی کے متعلق ہے جو دو شخصوں کے مابین فیصلہ کرے تو وہ اس معنی میں حاکم ہی ہوا ابن تیمیہ نے کوئی ایسی بات نہیں کہی جس سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ اس سے وہ شخص مراد ہے جو اولاد کے مابین حکم کرے وہ ان کے مابین اللہ کے نازل کردہ کے بغیر کیسے فیصلہ کر سکتا ہے اور ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے متعلق یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ اس کلام سے ان کا مقصود وہی ہے جو عتیبی اپنے قاعدے میں ثابت کرنا چاہتا ہے حالانکہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی اللہ کے نازل کردہ کے بغیر حکم کرنے اور توحید عبدیت اور عبادت کو اطاعت قرار دینے ایسے ہی دیگر موضوعات پر گفتگو معروف ہے۔

خوارج یہ کہتے ہیں کہ جو بھی دو افراد کے مابین فیصلہ کرے تو وہ حاکم ہوا بالکل اس شخص کی طرح جو عام قانون سازی کرے اور لوگوں کو اس کا پابند بنائے اسی بناء پر وہ گناہ گار کی تکفیر کر دیتے ہیں کہ اس نے اپنی خواہش کے مطابق حکم کیا اور اس آیت کا مصداق بن گیا کہ:

﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ﴾(المائدہ:٤٤)

یعنی: جو اللہ کے نازل کردہ کے مطابق حکم نہ کریں تو یہی لوگ کافر ہیں۔

لہٰذا جو باپ اپنے اور اپنے خاندان کے متعلق اللہ کی نافرمانی کرے وہ کافر ہوا ایسے ہی استاد اور وہ شخص جس کے متعلق خوارج یا عتیبی سے سوال کیا جائے پاک وہ ذات جس نے دو اختلافوں کو یکجا کر دیا۔ ہر عقلمند و کم عقلمند سمجھ سکتا ہے کہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ اللہ کے نازل کردہ کے بغیر قانون سازی کرنے والے کو

بچوں کے معلم کے برابر قرار نہیں دے سکتے بلکہ ان کا یہ کلام (فتاوی:170/18) تین قاضیوں والی حدیث کے متعلق گفتگو کرتے وقت کا ہے۔جس میں اصلاً ہر ایک کو عدل کا حکم ہے خواہ قاضی ہو یا غیر قاضی حاکم ہو یا غیر حاکم تو اصل گفتگو عدل کے متعلق ہے جس کا تقاضا ہر ایک سے کیا گیا ہے خواہ دو افراد کے مابین فیصلہ کرنے والا ہو یا بچوں کے مابین اس بارے میں نہیں کہ دونوں برابر ہیں جیسا کہ عتیبی ثابت کرنا چاہتا ہے اور جس عدل کا ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے قصد کیا ہے وہ اللہ کے نازل کردہ کے بغیر قانون سازی کے مقابل نہیں بلکہ اس ظلم اور ناانصافی کے مقابل ہے جو کفر دون کفر ہے تو یہ کیسے سمجھا جا سکتا ہے کہ دو بچوں کے درمیان فیصلہ کرنا اس مطلق قانون سازی کے برابر ہے جو اللہ کے حکم کے خلاف ہو اگر سچے ہو تو دلیل پیش کرو۔

٦ چھٹا قاعدہ: اجمال بہت سے اشکالات کا سبب بن جاتا ہے:

یہ بلاشبہ درست ہے مگر عتیبی کے حق میں نہیں بلکہ اس کے خلاف جاتا ہے جیسا کہ آگے آئے گا۔

بحث ثانی: اللہ کے نازل کردہ کے بغیر حکم کرنے کے مسئلے کی تفصیل

عتیبی نے کفر اکبر کی چھ حالتیں بیان کی ہیں: استحلال، جحود، تکذیب، تفضیل، مساواۃ، تبدیل۔ پھر تین حالتوں پر کفر اصغر کا اعتبار کیا ہے۔استبدال تقنین، عام قانون سازی۔ان حالتوں میں اور ان میں موجود مسائل پر ردّ کرنے سے پہلے ہم مجملاً یہ کہنا چاہتے ہیں کہ عتیبی نے دلائل ذکر کرنے سے پہلے یہ فرض کر لیا ہے کہ اللہ کے نازل کردہ کے بغیر حکم کرنا دیگر گناہوں کی طرح ایک گناہ ہے جیسے سود اور پھر ابن عثیمین کے ایک قول (ص:18) سے یہ مغالطہ دینے کی کوشش کی ہے اور ہم بھی ہر ایک کی طرح اہل السنہ ہی کی طرف منسوب ہوتے ہیں ہم اس کی ذکر کردہ کفر اکبر کی صورتوں سے اختلاف نہیں کرتے

البتہ جو تفاصیل اس نے ذکر کی ہیں ان سے اختلاف کرتے ہیں کہ اس نے عام گناہ جس کے مرتکب کو اسی وقت کافر قرار دیا جاتا ہے جب وہ اسے حلال وجائز سمجھے اور اللہ کے نازل کردہ کے بغیر حکم کرنے والی بنیاد جو کہ کفر میں داخل کر دیتی ہے ان دونوں کو آپس میں خلط ملط کر دیا ہے۔

پہلی صورت ''استحلال''

اس کے دلائل سے یہی واضح ہوتا ہے جو ہم نے ابھی ذکر کیا کہ وہ دلائل اس شخص کے متعلق ہیں جو گناہ کو حلال وجائز سمجھے اور ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اپنے استشہادات میں اسی علت کا ذکر کیا ہے اور ہم کہہ چکے ہیں کہ اللہ کے نازل کردہ کے بغیر حکم کرنا قانون بنانے یا مطلق قانون سازی کی صورت میں ہم اس کو گناہ میں تسلیم نہیں کرتے (بلکہ یہ کفر اکبر ہے) لہٰذا ان دلائل سے اختلاف میں دلیل لینا درست نہیں دیگر صورتوں میں ہمیں اختلاف نہیں ہے۔ نیز استحلال کفر اکبر ہے خواہ اللہ کے نازل کردہ کے بغیر حکم کرنے کو حلال وجائز سمجھا جائے یا کسی اجنبی عورت کا چہرہ دیکھنے کو حلال وجائز سمجھا جائے۔ اللہ کے نازل کردہ کے بغیر حکم کرنے کے کفر ہونے کے لئے اسے استحلال کے ساتھ خاص کرنے کی ضرورت نہیں ہے جیسا کہ عتیبی دلائل کو زبردستی اس رخ پر لانا چاہتا ہے کہ اس کی تمام صورتیں کفر اکبر نہیں ہیں ایسے ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے قول سے دلیل لینا بھی درست نہیں ہے جسے عتیبی نے صفحہ 18 پر نقل کیا ہے کہ: ''جب انسان متفق علیہ حلال کو حرام سمجھے یا متفق علیہ حرام کو حلال سمجھے یا متفق علیہ قانون کو بدل ڈالے وہ تمام فقہاء کے اتفاق سے کافر اور مرتد ہو گیا اور دو قولوں میں سے ایک قول کی بناء پر ایسے ہی شخص کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی کہ:

﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ﴾(المائدہ:٤٤)

یعنی: جو اللہ کے نازل کردہ کے مطابق حکم نہ کریں تو یہی لوگ کافر ہیں۔

''یعنی وہ اللہ کے نازل کردہ کے بغیر حکم کو حلال سمجھتا ہو'' ہم اس بات کا انکار نہیں کر رہے ہیں کہ ابن

تیمیہ رحمہ اللہ نے یہاں بطور استشہاد اللہ کے نازل کردہ کے مطابق حکم کرنے کی جن صورتوں کے متعلق گفتگو کی ہے ان میں ایک یہ بھی ہے جو ابھی ذکر ہوئی یعنی کوئی حاکم قاضی کے کسی فیصلے کو اپنے کسی مفاد کے پیش نظر ردّ کردے تو اس کا حکم نافذ نہ ہوگا (مجموع الفتاوی: 267/3 و مابعد)۔ اس طرح یہ ایک الگ موضوع ہوا اس کا ہمارے موضوع سے کوئی تعلق نہیں جو کہ اللہ کے نازل کردہ کے بغیر حکم کرنے کی سب سے بڑی صورت ہے یعنی مطلق قانون سازی اور اللہ کے قانون کے مقابل قانون کو حلال جان کر اس کے ذریعے لوگوں کے اموال، جانوں، عزتوں میں فیصلے کرنا۔ عتیبی کو چاہیئے کہ ائمہ کے اقوال کو غور وخوص اور ان کی حقیقی مراد جان لینے کے بعد لایا کرے۔ اس صورت کا دوسرا مسئلہ کہ بقول عتیبی ''استحلال دل کا فعل ہے'' یہ صحیح بات ہے اس پر کوئی اشکال نہیں اس کا انکار کوئی خارجی ہی کرسکتا ہے جو شریعت مخالف مطلق فعل کی بناء پر ہی تکفیر کردیتا ہو مگر اس بات کی ہم پھر تاکید کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ عتیبی تمام امور کو گناہوں کے ضمن میں بیان کرتا ہے جیسے کوئی شخص اپنے باپ کی بیوی (اپنی سوتیلی ماں) سے نکاح کرلے یہ گناہ ہیں ہمارا اس میں اختلاف نہیں لیکن مطلق قانون سازی اور اللہ کے قانون کے مقابل قانون کو حلال سمجھ کر اس کے ذریعے لوگوں کی جانوں، مالوں، عزتوں کا فیصلہ کرنا الگ مسئلہ ہے اس مسئلے میں ہمارا اس گروہ سے شدید اختلاف ہے اور عتیبی نے شیخ بن باز کے قول کو بطور شاہد پیش کیا ہے جبکہ ان کے قول کو مطلق قانون ساز کے متعلق پیش کرنا درست نہیں کیونکہ یہ اللہ کے نازل کردہ کے بغیر حکم کرنے کی کفر اصغر والی دیگر صورتوں کے متعلق ہے یہ بات ہم اس لئے کہہ رہے ہیں کہ شیخ بن باز کا یہ قول ان کے دیگر اقوال سے معارض نہ ہوجائے فرماتے ہیں: ''اللہ کے نازل کردہ کے بغیر حکم کرنے والے حکام مختلف قسم کے ہیں جن کے احکام ان کے اعتقادات اور اعمال کے اعتبار سے مختلف ہیں تو جو اللہ کے نازل کردہ کے بغیر حکم کرے اسے اللہ کے قانون سے بہتر سمجھ کر تو یہ تمام مسلمانوں کے نزدیک کافر ہے اور ایسے ہی وہ شخص ہے جو وضعی قوانین کو اللہ کے قانون کا متبادل قرار دے اور اسے جائز سمجھے خواہ اس طرح کہے کہ شریعت کو حاکم بنانا ہی افضل ہے یہ بھی کافر ہے کیونکہ

جسے اللہ نے حرام کیا اسے حلال سمجھ رہا ہے یعنی جو اللہ کے نازل کردہ کے علاوہ وضعی قوانین سے حکومت کرنے کو جائز قرار دے اگرچہ یوں کہے کہ شریعت کو حاکم بنانا ہی افضل ہے (اس کی ہی طرح ہے جس کا ہم نے ابھی تذکرہ کیا) بالکل اس طرح جیسے کوئی کہے کہ میں جانتا ہوں کہ دین محمد ﷺ مخلوق کے تمام ادیان سے بہتر دین ہے'' نیز فرماتے ہیں: اگر کوئی کہے کہ شریعت کو حاکم بنانا ہی افضل ہے یہ کافر ہے کیونکہ جسے اللہ نے حرام کیا اسے حلال سمجھ رہا ہے البتہ جو نفس پرستی، رشوت یا رعایا سے عداوت کی بنا پر اللہ کے نازل کردہ کے بغیر حکم کرے یا کچھ اور اسباب کی بناء پر اور یہ جانتا ہو کہ وہ اس طرح اللہ کی نافرمانی کر رہا ہے اور اس پر واجب یہ ہے کہ اللہ کے قانون کے مطابق حکم کرے تو یہ معصیت اور کبیرہ کا مرتکب ہوگا (مجلة الدعوة نمبر: 963، 1405/2/5 هجری) ۔تو ہم شیخ بن باز کے دونوں اقوال کو ایک ہی کس طرح مان لیں جیسا کہ عتیبی اور اس کے ہمنوا شیخ بن باز و دیگر ائمہ امت کے اقوال کو اپنے مفاد میں استعمال کرنا چاہتے ہیں ۔اور ہمارے لئے یہی کافی نہیں کہ صرف فضیلۃ الشیخ بن باز، محدث البانی اور علامہ ابن عثیمین رحمہم اللہ پر اکتفاء کر لیں عتیبی محض انہی پر اکتفاء کیوں کرتا ہے کیا تمام علماء امت محض انہی پر اکتفاء کرتے ہیں؟ کیا اس دور میں اور کوئی بھی عالم اس قابل نہیں کہ ان کے اقوال، فتاوی نقل کئے جائیں کیا یہ امت بالکل بانجھ ہوگئی ہے؟ علامہ شیخ محمد بن ابراہیم، شیخ دوسری، محدث احمد شاکر، علامہ محمود شاکر، اور پاکستانی علامہ ابوالاعلیٰ مودودی رحمہم اللہ یہ سب کہاں جائیں گے جیسا کہ ان کے اقوال ہم ثابت کر چکے ہیں (ملاحظہ ہو''ادعیاء السّلفیہ'') جس سے ان کا مقصود بلاشبہ واضح ہے اللہ کی قسم جو امت اپنے علماء کو چھوڑ دے ان کے اقوال ردّ کر دے اور محض ان تین پر ہی انحصار کرے وہ نقصان میں رہے گی خواہ وہ علم کے کسی مقام پر پہنچ جائیں کیونکہ لغزش وخطاء سے کوئی مبرا نہیں اور ہم جانتے ہیں کہ عتیبی نے یہی راہ کیوں اختیار کی ہے اور شیخ بن باز، عثیمین کے ایسے اقوال اختیار کئے ہیں جو مجمل، مطلق، عام اور مشابہ کے قبیل سے ہیں جنہیں ان کے ایسے اقوال سے ملائے بغیر پوری وضاحت حاصل نہیں ہوسکتی اور ان کے ایسے اقوال کو چھوڑ دیا جو واضح اور مفسر ہیں اور ایک سے زیادہ معانی کا احتمال نہیں رکھتے

کیونکہ اگر ایسا کریں تو پھر غلطی کے اعتراف سے فرار کا کوئی راستہ نہیں بچتا البتہ البانی رحمہ اللہ کے اقوال سے اس کا مقصد حاصل ہو جاتا ہے کیونکہ ایمان اور عمل سے متعلق ان کے اقوال اسی طرز کے ہیں ۔پاک ہے وہ جو نہ خطاء کرتا ہے نہ لغزش۔

عتیبی نے مسئلہ جحود میں شیخ محمد بن ابراہیم رحمہ اللہ کے ایک قول کو جھوٹ کے رنگ میں پیش کیا ہے ۔فرماتے ہیں: ''اہل علم کا اس میں کوئی اختلاف نہیں اور ان کے مابین یہ اصول مقرر و متفق علیہ ہے کہ جو دین کی کسی متفق علیہ اصل یا فرع کا اصلاً جحد (یعنی انکار) کر دے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قطعی طور پر ثابت شدہ کسی ایک حرف کا بھی انکار کر دے تو وہ کافر ہے اس کا کفر ملت سے خارج کر دینے والا ہے ''تعجب کی بات یہ ہے کہ عتیبی نے شریعت کے بغیر حکم کرنے والے کے متعلق شیخ کی رائے ذکر نہیں کی جسے وہ کفر اکبر اور ملت سے خارج کر دینے والا کفر قرار دیتے ہیں جیسا کہ ہم پہلے ذکر کر آئے ہیں۔ہم شیخ محمد بن ابراہیم رحمہ اللہ کے کتابچے ''رسالۃ القوانین'' کے متعلق یہ بتا دیں کہ عتیبی نے ملت سے خارج کر دینے والے کفر کی انواع کی تقسیم اس کتابچے سے اخذ کی ہیں اور قاری کو یہ باور کرانے کی کوشش کی ہے کہ یہ اس کی اپنی سوچ اور فہم ہے جبکہ کسی طالب علم کو بھی زیب نہیں کہ وہ حوالہ معلوم ہونے کے باوجود اسے ذکر نہ کرے حوالہ صرف نصوص میں ضروری نہیں بلکہ تقسیمات اور ترکیبات میں بھی اہم ہے کیونکہ یہ عقل کو حسن فہم اور مکمل تصور کی طرف راہنمائی دیتی ہیں۔

جاحد یعنی انکار کرنے والا اور مفضل یعنی راجح قرار دینے والا اور مکذب یعنی جھٹلانے والا اور مساوی یعنی بشر کے حکم کو اللہ کے حکم کے برابر قرار دینے والا ان کے حکم میں جو کچھ عتیبی نے لکھا ہے ہمیں اس سے اختلاف نہیں البتہ مفضل اور مساوی ان دو صورتوں میں ایک اضافہ کرنا چاہیں گے اور وہ ''ظاہر پر حکم لگانا'' اس قاعدے کا استعمال ہے مثلاً وہ عمل جو بظاہر گناہ ہو غیر مکفر یعنی کفر میں داخل نہ کرتا ہوا سے گناہ ہی سمجھنا چاہیئے جب تک استحلال واضح نہ ہو جائے حدیث اسامہ کا بھی یہی تقاضا ہے کیونکہ اس شخص کا آخری عمل اس کے اسلام پر دلیل تھا اور اس نے قتل سے پہلے اس کے ناقض بھی کوئی عمل (یعنی ایسا عمل

جو اسلام کے اعتبار کو ختم کر دیتا ہو) نہیں کیا تھا یہاں تک کہ انہوں نے اسے قتل کر دیا۔ یہاں پر قرائن کا اعتبار نہیں کیا جا سکتا جیسا کہ عتیبی نے بھی تسلیم کیا ہے ایسے ہی اللہ کے حکم کو اور بشر کے حکم کو برابر قرار دینا اس کا ظاہر مساواۃ ہے یعنی برابر قرار دینا اور جو اللہ کے قانون کے علاوہ قانون کے ذریعے حکم کرے لوگوں کو اس مجبور کرے اور مخالف کو قتل کرے اس پر کم از کم مساواۃ کا شبہ قائم ہوتا ہے بلکہ اللہ کے قانون پر غیر کے قانون کو راجح قرار دینے کا شبہ لہٰذا اس صورت میں حاکم پر واجب ہے کہ وہ صراحت کرے کہ وہ اپنے وضعی حکم کو اللہ اور اس کے رسول کے حکم پر ترجیح نہیں دے رہا اور نہ ہی انہیں برابر سمجھتا ہے ان دونوں میں کوئی فرق نہیں تو کیا ہماری طرح آپ بھی ہر اس شخص سے جو اللہ کے قانون کے علاوہ کو حاکم بنائے اس طرح کی تصریح کے قائل ہیں؟ اگر سچے ہو تو دلیل پیش کرو۔

اب ہم صورت ''تبدیل'' کی طرف آتے ہیں عتیبی نے اس میں اور ''استبدال'' میں فرق کیا ہے یہ شاذ ہے کیونکہ دونوں کا مادہ ''بدل'' ہے جو تبدیل اور استبدال میں برابر ہے نیز تبدیل الشی کا معنی ہے کہ اسے بدل ڈالنا اگرچہ متبادل نہ ہو (لسان العرب: 176/1) ایسے ہی جو کسی چیز کو تبدیل کر دے اس نے اسے تحریف یعنی پھیر دیا بدل دیا (ایضاً) تو تبدیل استبدال اور تحریف ہی کی مانند ہوا اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ متبادل ثابت کرے۔ یہود کے ہاں واقعہ زنا میں یہی کچھ ہوا امام طبری رحمہ اللہ سورہ مائدہ میں اللہ تعالیٰ کے فرمان: ﴿ وَ كَيْفَ يُحَكِّمُوْنَكَ وَ عِنْدَهُمُ التَّوْرٰىةُ ﴾ یعنی وہ آپ کو کیسے حاکم بناتے ہیں جبکہ ان کے پاس تورات موجود ہے'' کی تفسیر میں لکھتے ہیں: یعنی ان کے پاس تورات ہے جو میں نے موسیٰ پر نازل کی اور جسے وہ تسلیم کرتے ہیں کہ وہ حق ہے اور میری کتاب ہے جو میں نے اپنے ایک نبی پر اتاری اور اس میں موجود ہر حکم میرا ہی حکم ہے وہ یہ بات جانتے ہیں اس کا انکار یا ردّ نہیں کرتے اور یہ بھی جانتے ہیں کہ اس میں زانی سے متعلق میرا حکم ''رجم'' ہے وہ اپنے اس علم کے باوجود اعراض کرتے ہیں۔ فرمایا: وہ میرے حکم کا علم ہونے کے باوجود اس کے مطابق فیصلہ نہیں کرتے یہ ان کی مجھ پر جراءت اور میری نافرمانی ہے (طبری: 247/6)۔ اور امام بخاری کی روایت میں ہے کہ ''نفضحھم

ویجلدون“ یعنی ہم انہیں رسوا کرتے ہیں اور انہیں کوڑے مارے جاتے ہیں۔اور ایک روایت کے الفاظ کے مطابق: ”لا نجد فیھا شیئا “یعنی ہم تورات میں کوئی حکم نہیں پاتے۔عتیبی کے مطابق یہود نے یہاں تبدیل کیا جیسا کہ اس نے ہی استبدال اور تبدیل میں فرق کرنے کی بدعت نکالی ہے یعنی انہوں نے تورات میں تبدیلی نہ کی تھی کیونکہ آیت رجم اس میں بدستور موجود تھی بقول طبری ”وہ تسلیم کرتے ہیں کہ وہ حق ہے“ اور میری کتاب ہے جسے میں نے اپنے ایک نبی پر اتارا اور اس میں جو بھی حکم ہے وہ میرا حکم ہے وہ یہ جانتے ہیں اس کا انکار نہیں کرتے اور نہ اسے ردّ کرتے ہیں اور یہ بھی جانتے ہیں کہ زانی سے متعلق اس میں میرا حکم ”رجم“ ہے مگر وہ اپنے اس علم کے باوجود اعراض کرتے ہیں فرمایا: ”وہ میرے حکم کو جاننے کے باوجود اس کے مطابق فیصلہ نہیں کرتے یہ ان کی مجھ پر جراءت اور میری نافرمانی ہے“۔تو یہ معاملہ نافرمانی اور جراءت کا تھا کیونکہ وہ اعراض کررہے تھے یعنی اس کے مطابق فیصلہ نہیں کررہے تھے تو عتیبی کا امام طبری کے برعکس اس کو بلاضرورت اس معنی میں لینا کہ انہوں نے تبدیلی کی درحقیقت نص سے وہ ثابت کرنے کی کوشش ہے جو اس سے ثابت نہیں ہوتا کیا جو صرف زبانی اللہ کی کتاب میں تبدیلی کرے اور اصل کتاب میں تغیر نہ کرے بلکہ بقول طبری جب معاملہ گھمبیر ہوگیا تو اس کا اعتراف کرے اور اسے اللہ کا حکم قرار دے یہ شخص اس شخص کے برابر ہوسکتا ہے جو اللہ کے قانون کو مکمل طور پر مخالف قانون سے بدل ڈالے اور لوگوں کو اس کا غلام بنادے اور جو اللہ تعالیٰ کے حکم کی طرف دعوت دیں انہیں قتل کرڈالے اگرچہ اس پر معاملہ بھی گھمبیر بھی نہ ہو؟ اگر تم سچے ہو تو دلیل لاؤ۔اور پانچویں مسئلے کی پہلی صورت میں امام بخاری رحمہ اللہ کے الفاظ پر عتیبی کی تعلیق کہ: ”میں کہتا ہوں کہ یہود نے اللہ تعالیٰ کے حکم کا جحد (یعنی دل سے انکار) کیا اور اس کے علاوہ کا حکم لائے اور اس کو اللہ کا ہی حکم گمان کیا“ عتیبی کا یہ قول امام طبری کے فیصلے سے میل نہیں کھاتا اور دونوں کے علم میں زمین تا آسمان کا فرق ہے۔چھٹا مسئلہ اس میں عتیبی کا ابن حجر رحمہ اللہ سے دلیل لینا اس کے اپنے ردّ میں ہے کیونکہ قاضی عیاض رحمہ اللہ کا قول مرتدین کی تیسری قسم سے متعلق ہے (جیسا کہ عتیبی بھی انہیں مرتد ہی

اعتبار کرتا ہے)اس لئے کہ ان کے اعتقاد میں یہ تبدیلی دین کا حصہ تھی فرماتے ہیں: ’’لیکن انہوں نے زکاۃ کا جحد (دل سے انکار) کیا (یعنی زکاۃ کی ادائیگی سے انکار کیا اور ادائیگی سے رکے رہے)اور یہ تاویل کی کہ زکاۃ نبی ﷺ کے زمانے کے ساتھ خاص ہے‘‘ اللہ کی قسم اگر اس کی یہ تاویل ان کے عہد رسالت سے قربت کی بناء پر جائز ہوتی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور علماء امت جیسے قاضی عیاض اور ابن حجر رحمہم اللہ وغیرہ مرتدین کی اس تاویل کا اعتبار ضرور کرتے (مگر انہوں نے اس تاویل کا اعتبار نہیں کیا اور مرتد قرار دیا)تو پھر جو شریعت کو تبدیل (عتیبی اسے تبدیلی کہے یا استبدال) کر دیں اور نئی شریعت (قانون) بنا کر لوگوں کو اس کا پابند کر دیں ان کے متعلق وہ کیا کچھ کہتے ہیں؟ اگر سچے ہو تو دلیل پیش کرو۔

ساتواں مسئلہ استبدال کے متعلق ہے جو بڑا ہی مضحکہ خیز ہے عتیبی نے ایک ایسی نئی بات ایجاد کی ہے جو عربی سے معمولی واقفیت رکھنے والا بھی تسلیم نہ کرے پھر اس پر بس نہیں بلکہ اس پر دلیل لاتا ہے تا کہ یہ وہم دے سکے کہ یہ صورت مستقل موجود ہے۔ جب کومن سینس (معمولی عقل) رکھنے والا بھی سمجھ سکتا ہے کہ تبدیل اور استبدال میں عملی کوئی فرق نہیں ہے۔ پھر اس کی صورت بیان کرتا ہے کہ اللہ نے جو نازل کیا ہے اس کا ’’استبدال‘‘، تکذیب، استحلال، جحود، تفضیل، مساواۃ کے بغیر اور اس بات کا اعلان کئے بغیر کہ وہ اسے حلال نہیں سمجھتا نہ برابر قرار دیتا ہے اور نہ راجح جانتا ہے اور نہ ہی انکار کرتا ہے ممکن ہے ظاہر ہے جو تبدیلی کرے (یا استبدال کرے اگر عتیبی کو برا نہ لگے)اس سے یہ مطالبہ نہیں کیا جائے گا کہ وہ اعلان کرے کہ وہ شریعت پر اس کے علاوہ کو راجح قرار نہیں دیتا اور نہ ہی برابر قرار دیتا ہے۔ پھر اسے کفر اصغر کا حکم دیتا ہے ایسی ہی اپنی دیگر خرافات۔ ہم اللہ کے نازل کردہ کے بغیر عام حکم کرنے کو کفر اکبر نہیں سمجھتے اس میں ہمارا اختلاف نہیں لیکن اللہ کے نازل کردہ کے بغیر مطلق حکم کرنا یا مطلق قانون سازی کرنا یہ الگ مسئلہ ہے سلفیت کے دعویداروں میں سے کوئی ایک بھی اس بات کی دلیل نہیں دے سکتا کہ یہ گناہ ہے تمبا کو نوشی یا اجنبی عورت کو دیکھنے کے برابر ہے۔

عتیبی کے دلائل

پہلی دلیل : ''جائر یعنی ظالم حاکم کی تکفیر نہ کرنے پر اجماع ہے'' سبحان اللہ موصوف علم جدل واستدلال کی مبادیات تک سے واقف نہیں اختلاف میں دلیل بھی مختلف پیش اور اگر ہم یہ مان لیں کہ مبدل یعنی شریعت کو تبدیل کرنے والا (یا مستبدل) گناہ گار یا ظالم ہوتا ہے تو ہرگز اختلاف واقع ہی نہ ہوتا ہم جائر کی تکفیر نہ کرنے کے اجماع اور اس بارے میں ابن عبدالبر رحمہ اللہ کے قول سے اختلاف نہیں کرتے لیکن ہم ان دونوں صورتوں میں فرق کرتے ہیں ایک صورت تو یہی جس پر اجماع ہے اور دوسری صورت مطلق قانون سازی کی اور سمع وبصر اور غور وفکر کی صلاحیت رکھنے والا دونوں کے مابین فرق کو اچھی طرح جانتا ہے۔

دوسری دلیل : اس صورت یعنی مطلق قانون سازی کے ملت سے خارج کردینے والے کفر اکبر ہونے پر وافر دلائل کا موجود نہ ہونا۔ ہم کہتے ہیں کہ سورۃ المائدہ کی آیت اور اس جیسی دیگر آیات جو قرآن میں بار بار آتی ہیں اور حکم اور قانون کو توحید سے قرار دیتی ہیں جو شخص ان آیات کو ان کے ظاہر اور اصل موضوع سے پھیر دے اور یہ گمان کرے کہ یہ آیات ظاہر پر اسی وقت حمل کی جاسکتی ہیں جب استحلال کی شرط لگائی جائے اور پھر اس طرح مطلق قانون سازی اور گناہ کو برابر قرار دے تو ایسے شخص اور اس کے ہمنواؤں کو دلیل کی ضرورت ہی کیا ہے وہ تو اطاعت کے معنی اور توحید کے مفہوم اور اس بارے میں اہل السنہ کے اقوال تک سے بے خبر ہیں جیسا کہ ہم وضاحت کریں گے اور ایسے ہی انہیں قواعد عامہ اور تبدیل یا استبدال سے متعلق اپنے موقف کے متعلق شارع کا مقصود معلوم کرنے کے لئے مختلف ادلہ کے اطراف کو جمع کرنے کی ہی خبر نہیں۔ اللہ اس کی اور اس کے مقلدین کی بخشش فرمائے۔

اس صورت کے مسائل میں سے دوسرا مسئلہ : کہ جو مستبدل کی تکفیر کرے گویا اس نے مجرد تارک (یعنی جو اللہ کے حکم کو خواہش وغیرہ کی بناء پر ترک کردے) کی تکفیر کی ۔ہم کہتے ہیں کہ عتیبی کو یہ صورت ہی کہاں سے مل گئی چہ جائیکہ وہ اس پر دلائل پیش کرے کیونکہ مبدّل ہو یا مستبدل دونوں ہی بہرحال ایک نئی شریعت قانون بناتے ہیں ان دونوں میں سے کوئی ایسا نہیں کہ حکم کو چھوڑ چھاڑ کر اپنے گھر میں بے کار بیٹھا رہے تو عتیبی نے ترک کی جو صورت ذکر کی ہے اس کا کوئی وجود نہیں یہی وجہ ہے کہ اس صورت کے لوازم بھی نہیں ۔عتیبی بار بار مروزی کے اقوال پیش کرتا ہے جو ہمارے موقف کی ہی تائید کرتے ہیں وہ ایک ایسی بات کے ثابت کرنے میں خود کو تھکائے جا رہا ہے جس کا انکار اس کا مخالف بھی نہیں کرتا کہ اعمال میں صرف نماز ہی ایسا عمل ہے جس کا تارک کافر ہے (اس پر بھی فقہ میں اختلاف ہے) جبکہ اس موضوع کا ہمارے مابین اختلاف سے کوئی تعلق نہیں ہے کیونکہ معاملہ اللہ کے نازل کردہ کے بغیر حکم جو ترک کا نہیں بلکہ مخالف قانون کو حاکم بنانے اور اسے لوگوں کے لئے دین ضابطہ بنانے کا ہے (دین وہ ہوتا ہے جسے لوگ بطور ضابطہ مانیں یعنی دل سے اسے تسلیم کریں اگر عتیبی اس بات کو سمجھنے کی کوشش کرے) پھر عتیبی نے حروری خوارج کے متعلق ائمہ اہل السنہ کے جو اقوال نقل کئے ہیں کہ وہ آیت کے ظاہر کی رو سے تکفیر کرنے کے قائل تھے اس کا دلیل کے اعتبار سے اس موضوع سے کوئی تعلق نہیں ہے بلکہ یہ کلام کو اس کے اصل معنی سے بطور تحریف پھیر دینا ہے لہٰذا آجری کا خوارج کے متعلق یہ قول کہ: ’’جب وہ (خوارج) یہ دیکھتے کہ امام حق کے بغیر حکم کرتا ہے تو وہ کافر ہوگیا اور جس نے کفر کیا اس نے اپنے رب کے ساتھ شرک کیا چنانچہ یہ امراء مشرک ہوئے ‘‘اس قول سے دلیل لینا درست نہیں کیونکہ وہ امام اور حق کے بغیر حکم کرنے کے متعلق بحث کر رہے ہیں اور یہ دونوں صورتیں ہمارے مابین اختلاف سے الگ ہیں کیونکہ ہمارے مابین اختلاف اس امام کے متعلق نہیں ہے جو حق کے بغیر فیصلہ دے جیسے بنی امیہ اور بنی عباس کے امراء کرتے رہے ان کے ادوار میں ائمہ اسلام کے اقوال مشہور و معروف ہیں اور ابن عبدالبر، قرطبی، ابوحیان رحمہم اللہ وغیرہ کے اقوال بھی

اسی کے متعلق ہیں۔ تیسرے اور چوتھے مسئلے کی بنیاد کس دلیل پر ہے ہمیں نہیں معلوم تیسرے مسئلے میں عتیبی بیان کرتا ہے کہ جو استبدال کی بنیاد پر تکفیر کرتا ہو تو اس سے اللہ کے نازل کردہ کے بغیر حکم کرنے کی تمام صورتوں کی تکفیر لازم آتی ہے یہ ایسی بات کو لازم قرار دینا ہے جو لازم نہیں آتی اور ہم ایسی بات کہتے ہی نہیں جیسا کہ گزر چکا ہے۔

چوتھا مسئلہ کہ : جو استدلال کی بنیاد پر تکفیر کرے اس کے لئے لازم ہے کہ گناہوں کی بنیاد پر بھی تکفیر کرے۔ سبحان اللہ العظیم۔ عتیبی پہلے بھی یہ بات بیان کر چکا ہے ہمارے قول سے یہ لازم نہیں آتا کیونکہ جس صورت کے مرتکب کی اہل السنۃ تکفیر کرتے ہیں وہ معاصی اور گناہوں کی صورت سے مختلف ہے لہٰذا یہ دلیل بھی درست نہ ہوئی۔

پانچواں مسئلہ (صفحہ: 39): معلوم نہیں عتیبی کی عقل نے اسے لکھنا کیسے گوارا کر لیا کہ تبدیلی شرع کی کوئی حد مقرر نہیں ہے مکمل شرع یا تہائی یا چوتھائی (کہ اس پر حکم لگایا جائے) سبحان اللہ العظیم بلکہ معاملہ اس سے زیادہ گھمبیر ہے اس دستور اعلیٰ کا معاملہ ہے جسے حاکم اپنے شہروں میں پارلیمنٹ کی موافقت و اجازت کے بعد نافذ کرتا ہے جس دستور میں صراحتاً لکھا ہے کہ اللہ کا قانون ''قانون سازی کے دیگر مصادر کی طرح ایک مصدر ہے'' یا اگر زیادہ ہی اہمیت دے دی تو ''قانون سازی کا بنیادی مصدر ہے'' (یعنی مطلقاً پھر بھی نہیں) اور پھر وہ حاکم لوگوں کو اسی کا پابند کرتا ہے اگرچہ بعض قوانین میں شریعت کے کچھ پہلوؤں کا بھی خیال رکھا جاتا ہے پر اس سے شریعت کے کلی طور پر تبدیل یا استبدال کر دیئے جانے پر کوئی فرق نہیں پڑتا۔

چھٹا مسئلہ (ص: 40): عتیبی ظاہر اور باطن کے ایک دوسرے سے لازم ہونے کے متعلق ایک قاعدے سے بحث کرتے ہوئے یہ کہتا ہے کہ اس کا اس موضوع سے کوئی تعلق نہیں اور پھر چور اور زانی کی ایک مثال بلکہ دلیل پیش کرتا ہے جبکہ ان کے ظاہری عمل کی بناء پر ان کے ایمان کو بالکل ہی ختم کر دینا درست نہیں ہے (عمل ظاہر اور ایمان باطن ہے) یہ بات ہم پہلے بھی بارہا ذکر کر چکے ہیں

کہ ہمارا اس مسئلے میں اختلاف نہیں ہے لہٰذا اس میں الجھنے کی ضرورت ہی نہیں بلکہ اس طرح کا انداز ہمارے اس خیال کو مزید تقویت پہنچاتا ہے کہ عتیبی گناہ اور کفر کی صورتوں میں فرق کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔

آٹھویں حالت : قانون بنانا: اس میں عتیبی اضطراب کا شکار ہے اور ہمارے نظریے کو ہی ثابت کررہا ہے پہلی حالت کے دوسرے مسئلے میں صفحہ 43 پر لکھتا ہے: ''عمل کرکے دکھائے اور صراحت کرے کہ اسے قانون سازی کا حق ہے صرف اپنے عمل سے ایسا ظاہر نہ کرے تو بلاشبہ یہ کفر اکبر کا مرتکب ہے'' سبحان اللہ کہ جس نے اس کی زبان پر حق کو جاری کردیا پر اس کی عقل اس کو سمجھ نہ سکی اور اسے ہمارے خلاف سمجھ بیٹھا حالانکہ دوسری حالت میں اسی کا دعویدار ہے ہم عتیبی سے پوچھتے ہیں کیا مسلمان کو اتنی عقل نہیں ہے کہ اپنے ماحول اور لوگوں کی اغراض ومقاصد کو جان اور سمجھ سکے؟ عتیبی کا صراحت سے کیا مطلب ہے کیا حاکم بالتکرار صراحت کرے کہ وہ دستور جو بلاشبہ شریعت اسلامیہ کو دیگر مغرب اور قانون ساز اسمبلی سے وارد شدہ وضعی شریعتوں قوانین کو بالکل برابر ایک جیسا قرار دیتا یہی وہ قانون ہے جس کا وہ لوگوں کو پابند کرتا ہے اور اس پر عمل درآمد کرنے والوں کو انعام اور خلاف ورزی کرنے والوں کو سزا دیتا ہے کیونکہ اسلامی قانون بھی دیگر مصادر کی طرح ایک مصدر ہی ہے؟ کیا اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ اسلامی قانون کو دیگر قوانین کے برابر قرار دیتا ہے اور کون سے الفاظ ہوں گے کہ عتیبی کے نزدیک حاکم ان سے صراحت کرے کہ اسلامی قانون وضعی قانون کے برابر ہے اور وہ الفاظ کہاں سے آئیں گے؟ یہ کہاں کا فیصلہ ہے کیا حاکم کی یہ تصریح اس بات کے لئے کافی نہیں کہ تمام شہروں میں دستوری قانون اعلیٰ ہے اور یہ تصریح نہیں ہے کہ اسلامی قانون ان کے لئے دیگر قوانین کی مانند ہے یا عتیبی کے نزدیک یہ قول کا لازم معنی ہے اصل مراد نہیں ابن قیم رحمہ اللہ اس مقام پر فرماتے ہیں:

''مانع نہ ہونے کے باوجود عمل کا بظاہر پیچھے رہ جانا ہی باطن کے فساد اور اس کے ایمان سے خالی ہونے کی دلیل ہے اور عمل کا ناقص ہونا (باطن اور ایمان) کے ناقص ہونے کی دلیل ہے (الفوائد لابن

القیم)۔رسول اللہ ﷺ نے سچ فرمایا:''الحیاء من الایمان ''یعنی حیاء ایمان کا حصہ ہے(متفق علیہ)۔اور بعض فضلاء یہ دلیل دیتے ہیں کہ جس نے قانون بنایا وہ طاغوت بن گیا اور اسی وجہ سے کافر ہوا یہ عجب اختلاط ہے کیونکہ اللہ کے نازل کردہ کے بغیر شریعت ساز اور قانون ساز کا کفر وصف طاغوت میں اشتراک کی بناء پر نہیں بلکہ طاغوت ہونے سے پہلے بھی کفر ہے جیسے وہ صورتیں جن کے کفر ہونے پر اتفاق ہے ان کے متعلق کوئی کہے کہ وہ کفر نہیں بلکہ گناہ ہیں اور اس کی دلیل صحیح بخاری ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے مروی یہ حدیث ہے نبی ﷺ نے فرمایا:''اکبر الکبائر الاشراك باللّٰہ وعقوق الوالدین وشھادۃ الزور وشھادۃ الزور ثلاثاً یقول الزور فما زال یکررھا حتی قلنا لیتہ سکت ''یعنی:کبیرہ گناہوں میں سب سے بڑا گناہ شرک ہے اور والدین کی نافرمانی اور جھوٹی گواہی ہے تین مرتبہ ایسا فرمایا یا کہا جھوٹ پھر آپ اسے مسلسل کہتے ہی رہے حتی کہ ہم نے کہا کاش آپ خاموش ہو جائیں۔تو کیا یہ حدیث اس بات کی دلیل بن سکتی ہے کہ اللہ کے ساتھ شرک کرنا کبیرہ گناہ ہے کفر نہیں؟حقیقت میں شرک کفر ہے اس سے پہلے کہ وہ کبیرہ ہو باوجود یکہ وہ کبیرہ ہو بلکہ کبیرہ سے بھی بڑا اور شرک کا کفر ہونا دیگر متعدد دلائل سے ثابت ہے بالکل اسی طرح قانون ساز یا قانون دان کا کفر بھی ہے جو شریعت میں طاغوت کے وصف سے پہلے ہی متعدد مقامات پر ثابت ہے بلکہ جب قانون ساز نے کفر کیا اس وقت وہ طاغوت کی بڑی صورتوں کے ساتھ متصف ہو گیا یعنی اللہ کی الوہیت جو حکم کے ساتھ خاص ہے اس میں شرک کرنا جیسے اس کی ربوبیت اس کی مخلوق کے ساتھ خاص ہے۔

نویں حالت : عام قانون سازی کے متعلق عتیبی نے پھر وہی بات لکھی جو اس سے قبل بارہا لکھ چکا ہے کہ قانون ساز جب تک اسے حلال نہ سمجھے یا تکذیب یا انکار نہ کرے یا اللہ کے حکم کے خلاف اپنے قانون کو اس کے برابر یا راجح قرار نہ دے اس وقت تک یہ تمام صورتیں کفر اصغر ہوں گی اور ہم اس کے جواب میں وہی کہیں گے جو اس سے پہلے متعدد بار کہہ چکے ہیں کہ عتیبی معصیت کے مرتکب پر عدم تکفیر کے دلائل دیتا ہے لیکن اس صورت کے ابتداء معصیت ہونے کی دلیل نہیں دیتا اور رہی سورۃ

المائدہ کی آیت تو عتیبی بارہا کہہ چکا ہے کہ یہود نے تورات میں اللہ کے ثابت شدہ حکم کو تبدیل کر ڈالا تھا جبکہ یہ حقیقت کے مطابق نہیں کیونکہ اللہ کا حکم ''رجم'' اس تورات میں بدستور موجود تھا جو وہ اللہ کے رسول ﷺ کے سامنے لائے جیسا کہ حدیث کا نص دلیل ہے لیکن معاملہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے اس وقت غلط بیانی کا تھا وہ رجم کے مسئلے میں اللہ کے قانون کے علاوہ کے مطابق حکم کرتے تھے اور اس بات کے بھی معترف تھے کہ رجم اللہ کا حکم ہے جیسا کہ امام طبری رحمہ اللہ نے اس آیت کی تفسیر میں صراحت کی ہے جو کہ ہم نقل کر آئے ہیں لیکن عتیبی اس ذکر کو گول کر گئے جو امام طبری رحمہ اللہ نے کیا اور اپنے خاص فہم کو بیان کرنے لگے تو امام طبری رحمہ اللہ اور عتیبی کے اس مسئلے میں کس کی بات قابل اتباع ہے آپ خود فیصلہ کر لیں۔ اگر سچے ہو تو دلیل لاؤ۔

تیسری بحث: اختتامی فصول

اس بحث میں ہم عتیبی کی کتاب کی چھٹی اور ساتویں فصل میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ایک قول کے متعلق بحث کریں گے پھر اس کی اور اس کے ہمنواؤں کی طرف چند اتہامات جن کا اس نے خود ردّ کیا ہے کے متعلق بحث کریں گے۔ عتیبی نے چھٹی اور ساتویں فصل میں خود کو پھر سے مجتہد کی ناکام کوشش کی ہے اور جس کا جواب دینا اور ردّ کرنا ضروری تھا اس سے چشم پوشی کی بشرطیکہ اس کے لئے ردّ کرنا ممکن ہو۔ عتیبی نے ابن عباس رضی اللہ عنہ اور ان کے تلامذہ طاؤس، عطاء رحمہم اللہ وغیرہ سے منقول مشہور قول ''کفر دون کفر'' کے دلائل میں تفصیل سے کام لیا ہے ہم اس قول کے مطلقاً مخالف نہیں البتہ اس قول کو سورۃ المائدہ کی آیت کی تفسیر ہونے میں اختلاف کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ خوارج نے اس آیت سے استدلال کرتے ہوئے جب بنو امیہ کے ظالم حکمرانوں کو کافر قرار دینا چاہا اس وقت ابن عباس رضی اللہ عنہ وغیرہ نے یہ فتویٰ جاری کیا علامہ احمد شاکر رحمہ اللہ تفسیر طبری کی تحقیق میں یہ بات ثابت کر چکے ہیں جو عنقریب ہم نقل کریں گے جب اس حق کا پرچار کریں گے جس سے عتیبی غافل ہے۔

دور حاضر کے تین امام

دور حاضر کے اہل السنہ کے درمیان اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ ائمہ ثلاثہ عبدالعزیز بن باز، ابن عثیمین، البانی امت کے بزرگ اور تمام علماء سے بڑھ کر ہیں و لا نزکی علی اللّٰہ احد۔ البتہ اس مقام پر چند باتیں کہنا چاہتے ہیں:

① رسول اللہ ﷺ کے سوا کوئی ایسا نہیں جو خطا سے بری ہو اکثر لوگ اس اصول کو مانتے ہیں لیکن عملی طور پر اپنے بزرگوں کو خطا کار نہیں مانتے آج کل اسلامی جماعتوں کا اپنے امراء اور مرشدین کے ساتھ یہی رویہ ہے ہمارا یہ انداز نہیں بلکہ ہمارا عقیدہ ہے کہ اس جال میں وہ شخص پھنستا ہے جسے اہل السنۃ والجماعۃ کے مذہب پر مکمل یقین واعتماد نہ ہو اور نہ ہی اس کے پاس اس قدر علم ہو جو اسے اس شر سے بچا سکے۔

② امام ابن باز سے اس بارے میں مختلف اقوال منقول ہیں جو ہمارے خیال میں معاملے کی حقیقت سے عدم واقفیت کی بناء پر نہیں بلکہ انداز سوال کے مختلف ہونے کی وجہ سے ہیں سوال کی کیفیت کے مطابق ہی جواب دیا جاتا ہے اور اکثر سوال کرنے والے گھما پھرا کر اور کسی صورت کو پوشیدہ اور کسی کو بنیاد بنا کر اور جسے ان کے نزدیک اہمیت حاصل نہ ہو اسے سرسری طور پر ذکر کر کے سوالات کرتے ہیں اور مفتی بھی اسی طرز پر جواب دیتا ہے۔ ہم اللہ کے نازل کردہ کے بغیر حکم کرنے والے کے متعلق شیخ کا قول نقل کر چکے ہیں جسے عتیبی بھی قبول اور تسلیم کرنے کا دعوی کرتا ہے (ص:8)۔ اور ہمارے خیال میں شیخ بن باز جیسی شخصیت اپنے ہی اقوال کے خلاف نہیں کہہ سکتی جیسا کہ عتیبی اور اس کے ہمنواؤں کے دعوے سے لازم آتا ہے ہمارا یہ طریقہ نہیں بلکہ ہم اہل السنہ کے خالص طریق پر چلتے ہوئے دلائل کے تمام اطراف کو جمع کرتے ہیں کیونکہ بہرحال جمع کرنا ممکن ہے بلکہ علم، موضوع اور منطق میں اضافے کا سبب ہے۔

③ شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ کا اللہ کے نازل کردہ کے بغیر حاکم کے متعلق فتوی کافی ہے اس کے بعد ایک ان کا ایک اور فتوی جاری ہوا جو بظاہر ان کے پہلے فتوے کے خلاف ہے عتیبی جو ائمہ ثلاثہ کی بزرگی کا مدعی ہے ان کے دوسرے فتوے کو ان کے پہلے فتوے پر برتر قرار دیتا ہے اور دوسرے کو ردّ کر دیتا ہے گویا شیخ ابن عثیمین نے جب اللہ کے نازل کردہ کے بغیر قانون ساز حاکم کے متعلق فتوی دیا تو وہ دور طالب علمی میں تھے اپنے اس فتوے میں فرماتے ہیں: ''انہوں (حکام) نے اسلامی قوانین کے مخالف قوانین بنائے ہی اس لئے ہیں کہ ان کا یہ اعتقاد ہے کہ یہ قوانین مخلوق کے لئے زیادہ بہتر اور سودمند ہیں۔ عتیبی ٹیلیفون پر کی گئی گفتگو کی بناء جسے خود عتیبی نے ہی پھیلایا ہے شیخ ابن عثیمین کے متعلق کہتا ہے کہ انہوں نے اپنے پہلے فتوے سے رجوع کرلیا ہے۔ یہ ہے ائمہ ثلاثہ کا احترام جبکہ اہل السنہ کا درست طریقہ یہ ہے کہ وہ دلائل کے تمام اطراف کو جمع کرتے ہی اور کسی اہل علم امام کا تعاقب کرنے سے قبل دوفتوؤں کی صورت میں اختلاف کے امکان پر غور کرتے ہیں جو کہ ہمیں ابن عثیمین کے دونوں اقوال کے مابین نظر نہیں آتا ہم نے جو ملاحظہ کیا وہ یہ ہے کہ ابن عثیمین نے اپنے پہلے فتوے میں تبدیلی کی کسی بھی صورت کا معمولی سا بھی اشارہ نہیں دیا لیکن عتیبی ہی کیوں پہلے فتوے کو اپنے مفاد کی خاطر ردّ کرنے پر مصر ہے؟ یہ کام تو ابن عثیمین کا تھا عتیبی کا علمیت میں ابن عثیمین سے کیا مقابلہ کہ وہ ابن عثیمین کے متعلق یوں کہے کہ انہوں نے غلطی کی پھر اس سے رجوع کرلیا اور اب اللہ کے نازل کردہ کے بغیر قانون ساز کے متعلق ان کی وہی رائے ہے جو عتیبی کی ہے اور ان کے محبان اور مریدوں اور کثیر تلامذہ کو تنبیہ کرے کہ وہ ان کے پہلے قول کو چھوڑ کر دوسرا قول اختیار کرلیں؟ کیا یہ ممکن ہے کہ شیخ ابن عثیمین انتظار کریں کہ عتیبی جیسے لوگ ان کے اقوال کی تصحیح کریں اور جسے مٹانا چاہیں اسے مٹادیں اسے مکمل طور پر لوگوں کے سامنے پیش کرنے سے پہلے شیخ اس طرح کا اہم معاملہ کسی کے لئے اس طرح نہیں چھوڑ سکتے کہ وہ اسے مشکوک بنادے اور خاص طور پر عتیبی جیسے لوگوں کے لئے تو بالکل نہیں جو اسے کھیل بنالیتے ہوں۔ اگر تم سچے ہو تو دلیل پیش کرو۔

④ محدث امام محمد ناصر الدین البانی اور ان کے موقف کے متعلق گفتگو بہت سی رکاوٹوں سے بھری پڑی ہے کیونکہ ان کے محبان اور پیروکاروں کے دلوں میں علم حدیث اور علم فقہ وعقیدہ کے حوالے سے ان کی جلالت موجود ہے اور بلاشبہ وہ ان دونوں میں اس مقام پر فائز ہیں اس بارے میں دو افراد بھی اختلاف نہیں رکھتے۔ البتہ اگر ہم یہ بات کہیں کہ فقہ اور عقیدہ کے بڑے بڑے علماء جیسے امام محمد بن ابراہیم رحمہ اللہ اور علامہ دوسری رحمہ اللہ کے اقوال اگر البانی کے قول کے متعارض ہوں تا بلاشبہ ان دونوں کے اقوال کو البانی کے قول پر ترجیح دی جائے گی ایسے صحت اور سقم حدیث سے متعلق البانی کے اقوال کو ان دونوں کے اقوال پر سبقت دی جائے گی تو ہم پر کوئی اعتراض نہیں ہونا چاہیئے یہی علم، حق اور تقوی سے قریب تر ہے۔ اگر سچے ہو تو دلیل پیش کرو۔

البانی رحمہ اللہ نے کئی مقامات پر ایمان کے موضوع کے متعلق تصریح کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایمان قول اور فعل کا نام ہے زبان کا قول اور دل کا قول وفعل اور جوارح یعنی اعضاء کا فعل ایمان کے ارکان سے نہیں ہے بلکہ ایمان کے کمال کا ذریعہ ہے (سلف کے اس قول کہ ''ایمان دل کے اعتقاد، زبان کے اقرار، اعضاء کے عمل کا نام ہے'' پر ابن حجر رحمہ اللہ کی فتح الباری میں تعلیق سے حلبی (جو کہ دور حاضر کے مرجئہ میں سے ایک ہے) کے استشہاد کو البانی نے قبول کیا ہے وہ سلف کے اس قول سے یہ مراد لیتے ہیں کہ اعمال شرط کمال ہیں اسی لئے وہ ایمان کی کمی زیادتی کے قائل ہیں اس کا یہ معنی نہیں کہ البانی کے مذہب میں اعمال ایمان کا رکن ہیں۔ ملاحظہ ہو ''حقیقۃ الایمان عند الشیخ الالبانی'' از ڈاکٹر محمد بن رحیم معمولی تصرف کے ساتھ۔ نیز ہماری کتاب ''حقیقۃ الایمان'') البانی رکن اور شرط کے فرق کو بیان کرنے میں مضطرب ہیں ایسے ہی ایمان کے اور عمل کے مابین تعلق کی تحدید میں مضطرب ہیں اہل السنہ کے ساتھ الفاظ میں اور حنفیہ کے ساتھ حقیقت میں موافق ہیں۔ اور اس سے واللہ البانی کی قدر ومنزلت میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی وہ بدستور محدث محقق عالم ہی ہیں بلکہ ہمیں ہر ایک سے بڑھ کر عزیز ہیں پھر بھی اس مقام پر انہوں نے ٹھوکر کھائی ہے جیسے ان سے پہلے دیگر اکابر بھی ٹھوکر کھا چکے ہیں جیسے ابن حجر

عسقلانی رحمہ اللہ جن مقام ومرتبہ عالی ہے۔میں اپنی آنکھوں سے عتیبی کوالبانی کے متعلق اس طرح کی باتیں پھیلاتا دیکھتا ہوں کہتا ہے کہ:”عالم امت البانی کے متعلق اللہ کا خوف کرو جس نے ان پر مرجئہ ہونے کا الزام لگایا اس نے ان کا مرتبہ گھٹایا ان کی عزت کو حلال سمجھا مدد کیجئے اے محبان البانی“،عتیبی سے پھر ہم کہیں گے کہ الزامات لگانے سے کچھ حاصل نہ ہوگا میں البانی کے متعلق یہی کہتا ہوں کہ انہوں نے اس امت کی بڑی خدمت کی خاص کے حدیث کی تحقیق اور تصنیف وتالیف کے حوالے سے ان کی یہ خدمات ان کے رب کے حضور عمدہ گواہی دیں گی ان شاءاللہ لیکن حق بہر حال حق ہے ہم مدخلی کی طرح نہیں جو داعیان اسلام کے خلاف بغض وعناد سے بھرا پڑا ہے کہ سید قطب شہید رحمہ اللہ کو کافر قرار دیتا ہے اور ان پر الزامات کی بارش کرتا ہے اللہ جانتا ہے کہ مدخلی کا بڑے سے بڑا کارنامہ بھی سید قطب کی تصانیف کے ٹخنے تک بھی نہیں پہنچ سکتا علاوہ چند ایک ادیبانہ زلات کے اور آسمان وزمین کے مابین کا فاصلہ کس قدر ہے۔

اب ہم آٹھویں فصل کی طرف آتے ہیں عتیبی نے جو جوابات مجمل انداز میں دیئے ہیں ان سے صرف نظر کرتے ہیں کیونکہ اس کا کوئی نتیجہ حاصل نہ ہوگا اور عتیبی نے خود پر کئے جانے والے اعتراضات کا جو ردّ کیا ہے اور ان لوگوں کا جو اس کے نظریے کو مرجئہ کے موافق قرار دیتے ہیں ان کی طرف آتے ہیں چنانچہ ہم کہتے ہیں:

(۱) بدعتیوں کے ہاں اہل السنہ کے ساتھ بعض اقوال میں موافق ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان سے صفت بدعت کی نفی کردی جائے ایک ادنی طالب علم بھی جانتا ہے کہ بدعتیوں کے بعض اقوال اہل السنہ کے موافق ہوتے ہیں اور ان کے فرقے کے بنیادی نظریات واصول سے متعلق اقوال اہل السنہ کے مخالف ہوتے ہیں۔

(۲) کسی بھی فرقے کے اقوال ایک دوسرے سے متعلق نہیں ہوتے مثلاً مرجئہ کے بیس سے زیادہ فرقے ہیں اور ہر ایک کے مختلف اقوال ہیں۔

③ بدعات آخر وقت تک مسلمانوں کے مابین موجود رہیں گی اور یہ گروہ جو مرجئہ کے ہی عقیدے کا حامل ہے اس کی شکل مقلدین مرجئہ سے اگرچہ مختلف ہے لیکن منبع وسرچشمہ ایک ہے یعنی ایمان اور محل ایمان یعنی عمل سے متعلق غلط فہم اور عملی طور پر یہ صوفیہ ہیں کہ یہ اپنے پیروکاروں کی تربیت ہی اسی طرز پر کرتے ہیں اور باطن میں یہ سیکولر اور لادین ہیں کہ عملی طور پر دین اور سیاست دونوں کو الگ الگ کرتے ہیں اور اپنے پیروکاروں کو امراء وحکام کے متعلق گفتگو کرنے سے ڈراتے ہیں ہم کہتے ہیں کہ عام طور پر تاریخ اسلامی وتاریخ عقائد میں اس فرقے کی نشو ونما کوئی انوکھی یا نئی بات نہیں ہے۔

④ اور خاص طور پر یہ کہ مرجئہ کی بدعت سے کلی طور پر خارج ہونے کے لئے صرف یہ اقرار کہ ایمان قول وعمل کا نام ہے کافی نہیں اور ائمہ میں سے جس کسی نے ایسا کہا ہے تو اس کا مقصد یہ ہے کہ اس اقرار اور اس کے محل کی اہمیت کو اجاگر کیا جائے اور یہ بتایا جائے کہ یہ اپنی شروط کے ساتھ اہل السنہ کا عقیدہ ہے اس کی دلیل رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان ہے: ''من قال لااله الااللّٰه خالصا من قلبه دخل الجنة ''یعنی جس نے خلوص دل سے لا الہ الا اللہ کہا وہ جنت میں داخل ہوا۔ مرجئہ کے برخلاف اہل السنہ میں سے کسی نے بھی اسے عموم پر نہیں لیا کیونکہ یہاں عموم کی مکملات ،لوازم ومقتضیات شہادت کے ذریعے تخصیص کی جائے گی یہی صورت حال ان ائمہ کے کلام کی بھی ہے جو کہتے ہیں کہ جس نے اس طرح کہا وہ ارجاء سے خارج ہو گیا اس طرح کے دیگر عام اقوال کہ عتیبی اسی طرح کے اقوال ہی بطور دلیل پیش کرتا ہے حالانکہ اسے چاہیئے کہ عربی زبان کی فصاحت وبلاغت کو بھی پیش نظر رکھے۔

⑤ اسی بناء پر یہ اقرار کہ ایمان قول وعمل کا نام ہے اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ اس بات کا ہی قائل ہو کہ عمل ایمان کی ماہیت اور حقیقت اور رکن بھی ہے بلکہ ان کے نزدیک جیسا کہ علامہ البانی کا مذہب ہے عمل ایمان کے کمالات میں سے ہے جو کم زیادہ ہوتے رہتے ہیں اور اس قول اور سلف کے قول میں بڑا واضح فرق ہے ہے سلف ایمان کی کوئی ایسی تعریف نہیں کرتے جو ایمان کی زیادتی اور کمی

قبول نہ کرے بلکہ ان کے نزدیک کمی زیادتی ایمان کے تمام مرکبات جیسے علم،تصدیق، التزام، انشاء، تنفیذ اور انقیاد میں واقع ہوتی ہے حق تو یہ ہے کہ سلف کے اقوال وکلمات سے ان باریک امتیازات وفروق کا ادراک اسی وقت کیا جا سکتا ہے جب ان میں خوب تحقیق وجستجو کی جائے نہ کہ صرف اقوال کو جمع اور مرتب کرلینے سے۔اور محققین کی پیش کردہ تحقیق میں غور وفکر کرنے والوں کی اکثریت محقق کی ذہنی استعداد سے بے خبر ہوتی ہے جبکہ یہی استعداد نصوص کی تحقیق اور معانی کے استنباط میں بڑی نازک حیثیت رکھتی ہے نیز ہر انسان میں صلاحتیں موجود ہوتی ہیں کیونکہ تمام انسان فہم، تجزیہ وادراک کی صلاحیتوں میں مساوی ہیں اور مشکل امور وہ ہوتے ہیں کہ انسانی نفس ان کے ادراک سے عاجز ہونے کا اقرار کرلے۔اللہ تعالیٰ پاک ہے کہ جس نے صلاحیتوں اور افہام کو تقسیم کیا ہے۔

⑥ ہماری اس وضاحت سے معلوم ہوا کہ کمی وزیادتی کا قول اہل السنہ ہونے کی دلیل نہیں اِلَّا یہ کہ وہ اس بات کا قائل ہو کہ یہ کمی وزیادتی ایمان کی اس ماہیت میں بھی واقع ہوتی ہے عمل جس کا ایک رکن ہے نہ کہ شرط اور رکن کی تعریف سے واضح ہے جو کہ اصول فقہ میں موجود ہے۔

⑦ جنس عمل کی ایک امتیازی خاصیت ہے (جنس عمل ایمان کا حصہ ہے اس کے ثبوت میں ہماری کتاب ''حقیقۃ الایمان'' 1978 ملاحظہ ہو اس میں ہم نے ایمان اوسط سے متعلق ابن تیمیہ ودیگر سلف کے اقوال ونظریات کی اچھی طرح وضاحت کی ہے اور اہل السنہ کے خلاف اس گروہ کا بھی ردّ کیا ہے) جس سے اس گروہ کے افراد غافل ہیں اس کی وجہ ایمان کے فہم سے متعلق ان کا خبط ہے کہ ایک تو عمل کو ایمان کا حصہ نہیں مانتے اور پھر اصول فقہ سے ناکافی واقفیت کی بناء پر نظر عمیق سے محروم ہیں جیسا کہ موجودہ مرجئہ کی طرف منسوب اس گروہ کا یہ امتیازی وصف ہے کیونکہ اس کی بنسبت علم حدیث کی طرف انتساب آسان ہے۔اور جنس عمل کے اجزاء کو ترک کردینا عمل کو بالکل ترک کردینے کی مانند نہیں عمل کو بالکل ترک کردینے سے ایمان معیوب ہوجاتا ہے جبکہ جزئی عمل ترک کرنے سے معصیت اور

گناہ کاارتکاب ہوتا ہے۔

چوتھی بحث: عتیبی کے مخالفین کے دلائل

اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ہم کہتے ہیں:

① عتیبی نے اپنے مخالفین کے جن دلائل کا ذکر کیا ہے ان کی معنوی قوت ان کی انفرادی قوت سے بڑھ کر ہے اور وہ اجماع معنوی وتواتر معنوی ہے لیکن عتیبی اس حقیقت سے نابلد ہے چنانچہ ایک ایک کر کے دلائل ردّ کئے جارہا ہے اور اس بات سے بے پرواہ ہے کہ یہ دلائل معنوی اعتبار سے متواتر ہیں ان سب کا ایک ہی معنی ہے اور وہ ہے معنی تحقیق جیسا کہ امام شاطبی رحمہ اللہ نے (الموافقات:268/3) میں عام وخاص کی بحث میں اس بات کی اچھی طرح وضاحت کی ہے۔

② ابن عباس رضی اللہ عنہ کے قول کے متعلق گفتگو کرتے ہوئے علامہ احمد شاکر کی تنبیہ ''کہ قول کفر دون کفر سورۃ المائدہ کی آیت کی تفسیر نہیں بلکہ خوارج کے خلاف فتوی ہے جو ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس وقت جاری کیا جب خوارج نے بنوامیہ کے امراء کے ظلم وجور کی بناء پر ان کی تکفیر کرنی چاہی'' اس تنبیہ سے عتیبی غافل ہے اور شیخ رحمہ اللہ کی صحت پر کوئی فرق نہیں پڑتا اگر کوئی ان کے فتوے کو غلط طور پر اپنے مفاد میں استعمال کرے اور ہمیں بھی عتیبی کی ناسمجھی سے کوئی سروکار نہیں کہ ہم شیخ احمد شاکر رحمہ اللہ کے اس قول کو اچھی طرح سمجھتے ہیں بلکہ ہم ابن عباس رضی اللہ عنہ کے اس قول کی درست قراءت یعنی ''لیس بالکفر الذی تذھبون الیه ''یعنی یہ وہ کفر نہیں جو تم سمجھ رہے ہو'' نیز اس اثر سے بھی واقف ہیں جو ہمیں شیخ احمد شاکر رحمہ اللہ کے ذریعے معلوم ہوا جس میں اباضیہ کے کچھ لوگ ابومجلز لاحق بن حمید الشیبانی السدوسی کے پاس آکر چند سوالات کرتے ہیں یہ بڑا بہترین دقیق النظر نص ہے کہ عتیبی اور اس کے ہمنوا اس دقیق نظری تک نہیں پہنچ سکتے۔ شیخ احمد شاکر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''(ابن عباس رضی اللہ عنہ) سے مروی آثار جن کے ذریعے ہمارے دور کے کچھ علم سے منسوب گمراہ لوگ کھیلتے ہیں اور وہ لوگ جنہوں نے

دین پر اس قدر جراءت کی کہ انہوں نے ان آثار کو بہانہ بنالیا وہ ان کے ذریعے اسلامی ممالک پر مسلط کردہ طاغوتی وضعی قوانین کو جائز قرار دیتے ہیں۔ابو مجلز سے ایک اثر مروی ہے جو اباضیہ خوارج کے اسی اختلاف سے متعلق ہے کہ بعض امراء نے ظلم کرتے ہوئے بعض معاملات میں نفس پرستی اور حکم سے جہالت کی بناء پر خلاف شریعت فیصلے دے دیئے اور خوارج کا مذہب ہے کہ کبیرہ گناہ کا مرتکب بھی کافر ہے تو وہ ابو مجلز کے پاس آ کر جھگڑا کرنے لگے اور یہ مطالبہ کرنے لگے کہ وہ امراء کو کافر قرار دینے میں ان کے موافق ہو جائیں تا کہ ان کے خلاف مسلح خروج کے لئے ان کے ہاتھ بہانہ آجائے یہ دونوں آثار امام طبری رحمہ اللہ نے روایت کئے ہیں اور ان پر میرے بھائی سید محمود شاکر رحمہ اللہ نے بڑی ہی نفیس تعلیق لکھی ہے میرا خیال ہے کہ میں طبری کی پہلی روایت اور اس پر اپنے بھائی کی تعلیق نقل کردوں۔

طبری نے عمران بن حیدر سے روایت کی ہے اس نے کہا کہ: ابو مجلز کے پاس بنو عمرو بن سدوس کے کچھ لوگ آئے کہنے لگے اے ابو مجلز آپ اللہ کے اس فرمان کے متعلق کیا کہتے ہیں: یعنی جو اللہ کے نازل کردہ کے مطابق حکم نہ کریں تو یہی لوگ کافر ہیں۔کیا یہ حق ہے؟ فرمانے لگے: ہاں۔وہ کہنے لگے: یعنی جو اللہ کے نازل کردہ کے مطابق حکم نہ کریں تو یہی لوگ ظالم ہیں۔کیا یہ حق ہے؟ فرمانے لگے: ہاں۔وہ کہنے لگے: یعنی جو اللہ کے نازل کردہ کے مطابق حکم نہ دیں تو یہی لوگ فاسق ہیں۔کیا یہ حق ہے؟ فرمانے لگے: ہاں۔پھر وہ کہنے لگے ابو مجلز کیا یہ لوگ (یعنی بنو امیہ کے ظالم امراء) اللہ کے نازل کردہ کے مطابق حکم کرتے ہیں فرمانے لگے: یہ ان کا دین ہے وہ اسے دین مانتے ہیں اور اسی کے مطابق کہتے ہیں اور اسی کی طرف بلاتے ہیں پھر اگر اس میں سے کچھ چھوڑ دیں تو اسے گناہ سمجھتے ہیں۔وہ کہنے لگے ایسا نہیں ہے اللہ کی قسم تم فرق کررہے ہو۔فرمانے لگے: تم مجھ سے زیادہ اس کے حق دار ہو (یعنی میں خارجی نہیں بلکہ تم خارجی ہو) میرا یہ خیال نہیں تمہارا یہ خیال ہے اور تم کوئی حرج بھی محسوس نہیں کرتے۔

میرے بھائی سید محمود رحمہ اللہ ان دونوں نصوص کے بارے میں لکھتے ہیں:

یا اللہ میں اس گمراہی سے تیری طرف اظہار براءت کرتا ہوں وبعد۔

ہمارے اس دور کے شک گزیدہ اور فتنہ پرور لوگ جو بڑی باتیں بناتے ہیں اور حاکموں کے لئے اللہ کے نازل کردہ کے مطابق حکم چھوڑنے ، اموال، دماء، اعراض میں اللہ کی اپنی کتاب میں نازل کردہ شریعت کے بغیر فیصلے کرنے ، کافر کے قانون کو اسلامی ممالک میں نافذ کرنے کو جواز کا رنگ دینے کے لئے عذر تراشتے ہیں پھر جب انہیں ان دو احادیث کا پتہ چلتا ہے تو اسے ابومجلز کی رائے قرار دیتے ہیں کہ ان کے نزدیک اللہ کے نازل کردہ کے بغیر دماء اور اموال اور اعراض میں فیصلے کرنا درست ہے اور عام فیصلے میں شریعت کی مخالفت اُسے کافر قرار نہیں دیتی جو اس پر راضی یا عامل ہو۔ حالانکہ غور وفکر کرنے والوں کے نزدیک ان دونوں حدیثوں میں سائل اور مسئول کی اس معرفت کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ ابومجلز لاحق بن حمید الشیبانی السدوسی رحمہ اللہ ثقہ تابعی ہیں علی رضی اللہ عنہ سے محبت کرتے تھے اور ان کی قوم بنوشیبان جنگ جمل اور صفین کے دن شیعان علی میں شامل تھی پھر جب صفین کے دن ''دو حکموں'' (یعنی دونوں جانب سے ایک ایک حَکَم فیصلہ کرنے والا) والا معاملہ ہوا اور خوارج الگ ہو گئے تو علی رضی اللہ عنہ کے خلاف بنو شیبان اور بنوسدوس بن شیبان بن ذہل کے کچھ لوگ شامل ہو گئے۔ وہ لوگ جنہوں نے ابومجلز سے سوالات کئے وہ بنوعمرو بن سدوس سے ہیں جو اباضیہ خوارج کا حصہ ہیں اور عبداللہ بن اباض حروری خارجی کے پیروکار ہیں اس کا کہنا تھا کہ جو خوارج کی مخالفت کرے وہ کافر ہے نہ کہ مشرک اس طرح اس نے اپنے اصحاب کی مخالفت کی۔ یہ واضح ہے کہ جن لوگوں نے ابومجلز سے سوالات کئے وہ اباضیہ تھے اور حکام کی تکفیر کے سلسلے میں ان پر حجت قائم کرنا چاہتے تھے کیونکہ وہ (حکام) مسلکان کے معسکر میں تھے اور بسا اوقات اللہ کی نافرمانی کر گزرتے اور جن امور سے اللہ نے منع کیا ہے ان کا ارتکاب کر بیٹھتے اسی لئے ابومجلز نے جواب دیتے وقت کیا کہ ''اگر وہ اس کا کچھ حصہ چھوڑ دیں تو اسے گناہ سمجھتے ہیں'' (پہلی روایت کے مطابق) اور (دوسری روایت کے مطابق) وہ جو بھی عمل کریں انہیں علم ہے کہ وہ گناہ کر رہے ہیں۔ تو اس صورت ان کا سوال اس کے متعلق نہیں تھا جس سے ہمارے دور کے بدعتی حجت پکڑتے ہیں

یعنی دماء، اموال اوراعراض میں شریعت اسلامیہ کے بغیر اسکے مخالف قانون کے ذریعے فیصلہ کرنا اور نہ ہی وہ سوال کسی ایسے قانون کے اجراء کے متعلق تھا جو اہل اسلام کو اللہ کی اپنے کتاب اور اپنے نبی ﷺ کی زبانی بیان کردہ شریعت کے علاوہ حکم کا پابند کرتا ہو یہ فعل اللہ کے حکم اور دین سے اعراض ہے اور احکام کفر کو اللہ کے حکم پر ترجیح دینا ہے اور یہ کفر ہے اہل قبلہ اس کے قائل اور داعی کی تکفیر میں اختلاف کے باوجود اس میں شک نہیں کر سکتے۔اور ہم جن حالات میں ہیں ان میں اللہ کے احکام کو کسی استثناء یا اس کے احکام پر اس کے غیر کے احکام کو ترجیح دیئے بناء عموماً چھوڑ دیا جاتا ہے اور اللہ کی شریعت کو ناکارہ کر دیا جاتا ہے پوری تاریخ اسلام میں کبھی ایسا نہیں ہوا کہ کسی حاکم نے ایسا حکم جاری کیا ہو جو پابند کرتا ہو کہ اسی کے مطابق فیصلے کیئے جائیں ابومجلز کا زمانہ ہو یا اس سے پہلے یا بعد کا کبھی ایسا حاکم نہیں آیا جس نے اللہ کے حکم کا انکار کر کے اہل کفر کے احکام کو اسلام پر ترجیح دی دے کہ (جیسا کہ موجودہ حالات میں احکام کفر کو احکام اسلام پر ترجیح دی جاتی ہے) کوئی فیصلہ کیا ہوا ایسا کبھی نہیں ہوا اور ابومجلز اور اباضیہ کے مابین گفتگو سے یہ سمجھنا کسی طرح درست نہیں تو جو ان دونوں آثار یا ان جیسے دیگر آثار سے حجت پکڑے اور ان کے غلط معانی لے تاکہ ان کے ذریعے حاکم کی مدد کرے اور اللہ کے نازل کردہ اور اپنے بندوں پر فرض کردہ شریعت کے ذریعے حکم کو محال بنا سکے تو شریعت میں یہ منکر کے حکم میں ہوا جو اللہ کے احکام کا انکار کرتا ہے اس سے توبہ کرائی جائے گی پھر بھی اگر مصر رہا اور خود کو درست سمجھتا رہا اور اللہ کے حکم کو ٹھکرا کر اس کے متبادل احکام پر راضی رہا تو ایسے ڈھیٹ کا فر کا حکم اہل اسلام جانتے ہی ہیں (یعنی اس پر حد ارتداد قائم کی جائے گی)۔

(۳) تاتاریوں کا ''یاسق'' کو حاکم بنانا اس موضوع پر عتیبی کا ابن کثیر رحمہ اللہ کے کلام کو بنیاد بنانا بڑی مضحکہ خیز بات ہے جو اس بات کی مزید تاکید کرتی ہے کہ نفس پرست نصوص کو عقل کی نہیں بلکہ خواہش کی نگاہوں سے دیکھتا ہے عتیبی کہتا ہے کہ: ''تاتاریوں نے اللہ کے نازل کردہ کے بغیر حکم کو حلال و جائز کر لیا تھا'' اور ''غیر اللہ کے حکم کو اللہ کے حکم پر ترجیح دیتے تھے'' ہم عتیبی سے پوچھتے ہیں کیا ان

میں سے کسی نے استحلال کی صراحت کی تھی کیا کوئی ایک دلیل بھی ایسی ہے جس میں صراحت ہو کہ ان میں سے کسی ایک نے بھی یہ صراحت کی ہو کہ وہ اللہ کے نازل کردہ کے بغیر حکم کو جائز سمجھتا ہے اور اسے اللہ کے حکم پر ترجیح دیتا ہے''۔تا کہ عتیبی ان کے قول صریح لا الٰہ الا اللہ اور ان کی نمازوں، روزوں کے باوجود ان کی تکفیر کر سکے؟ دیکھ لیجئے عتیبی نے اس معاملے میں کس قدر جراءت دکھائی ہے ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے واضح طور پر فرمایا کہ:''(تاتاری) دین اسلام کو یہود و نصاریٰ کے دین کی طرح قرار دیتے تھے''لیکن ہم عتیبی سے پوچھتے ہیں: کیا ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے یہ الفاظ ان کا انتہائی تجزیہ اور ان کی تصریح کے بغیر ہی محض ان کے فعل کے متعلق عالمانہ بیان نہیں ہیں بلکہ صاحب نظر سمجھ سکتا ہے کہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے اس حکم کی بنیاد کچھ اور ہے نہ کہ استحلال یا تفضیل کی تصریح جیسا کہ عتیبی اسے''دور حاضر کے اللہ کے نازل کردہ کے بغیر قانون سازوں کی''تکفیر میں شرط قرار دینے پر مصر ہے اور وہ بنیاد توحید ہے جس کی بناء پر ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے ان پر حکم مذکور لگایا۔کیا ابن تیمیہ رحمہ اللہ اس پائے کے عالم نہیں کہ عتیبی بجائے ان کے کلام سے وہ کچھ ثابت کرے کے جو ثابت نہ ہوتا ہو ان کے منہج کو اختیار کرے عتیبی کے اس طرز کی دلیل وہ قول ہے جو اس نے ابن کثیر رحمہ اللہ سے نقل کیا فرماتے ہیں:''وہ (تاتاری) اسے (یاسق کو) کتاب اللہ کے حکم پر مقدم رکھتے تھے''اس میں الفاظ''مقدم رکھتے تھے''کو عتیبی نے اس بات کی دلیل بنایا ہے کہ وہ تصریح کئے بغیر یاسق کو کتاب اللہ کے حکم پر ترجیح دیتے تھے۔لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

ہم ذکر کر چکے ہیں کہ انہوں نے تفضیل یعنی ترجیح کی کبھی صراحت نہیں کی لہٰذا ابن کثیر رحمہ اللہ کے ان الفاظ کا مقصد یہ ہے کہ وہ غیر اللہ کے قانون کو اللہ کے قانون کے مقابلے میں جائز قرار دیتے تھے نافذ کرتے تھے نہ کہ یہ معنی کہ وہ تصریح کئے بغیر ترجیح دیتے تھے۔

عتیبی کی کتاب کا ردّ کرنے کے بعد ہم آخر میں ایک بار پھر تاکید کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ ہم کسی حاکم یا حکومت کو کافر قرار نہیں دے رہے بلکہ ہماری کتاب کا اصل مقصد توحید کی حمایت کلمہ اخلاص کا دفاع

اور رسالت محمدیہ ﷺ کی حرص وشوق ہے اس سے پہلے کہ قدیم وجدید مرجئہ اور خوارج وغیرہ میں سے کوئی اس کی حدود کو روند ڈالے اور اسے عبث ولغو قرار دے۔

ہم اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ وہ اسے جو اس طرف متوجہ ہو ہدایت سے نوازے یقیناً وہ سننے قبول کرنے والا ہے۔

ڈاکٹر طارق عبدالحلیم حفظہ اللہ کنیڈا

مسلم ورلڈ ڈیٹا پروسیسنگ پاکستان